ماہنامہ
پاکستان
الحقیقہ
شمارہ 4۔ فروری 2011ء/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ۔ جلد 11

اہل اسلام کو
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مبارک ہو



(اداریہ)
- حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس شان سے تشریف لائے
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت و تبلیغ
- بے مثل نورانیت و بے مثل بشریت

فہرست

سب کو عید مبارک

حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی خوشی میں

ماہِ ربیع الاول آیا ، سب کو عید مبارک ہو
رب نے سب کا بخت جگایا ، سب کو عید مبارک ہو
ہر شے پہ آئی ہے مسرت ، ہر سو پھیلی ہے نگہت
ہر جانب اک کیف ہے چھایا ، سب کو عید مبارک ہو
دل کے ہر گوشے میں چمکا نورِ عشق و محبت
رحمت حق نے جلوہ دکھایا ، سب کو عید مبارک ہو
یہ ہے پاک مہینہ جس کی سب سے شان انوکھی
اس میں سب کا والی آیا ، سب کو عید مبارک ہو
دنیا میں سرکار جو آئے رحمت برکت لے کر
قدرت نے خود شور مچایا ، سب کو عید مبارک ہو
حضرت جبرائیل پکارے ، سن لو دھرتی والو
آیا آمنہ بی کا جایا ، سب کو عید مبارک ہو
ٹوٹ گئے شیطان کے پھندے جاگے رب کے بندے
سب دنیا کی پلٹی کایا ، سب کو عید مبارک ہو
سرورِ عالم کو جب لے کر اپنے گھر میں پہنچیں
بولیں پاک حلیمہ دایا ، سب کو عید مبارک ہو
رنج و الم کی دھوپ میں یارو سب پہ سایہ کرنے
آیا محبوب بے سایہ ، سب کو عید مبارک ہو
نقشِ لاثانی سے لے کر عشق نبی کی مستی
آسیؔ نے بھی نعرہ لگایا ، سب کو عید مبارک ہو

……﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾……

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس - ٦٢

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ **اداریہ**

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آمد رحمت عالم

سعید آسوی کے قلم سے

۱۲ ربیع الاول، سوموار کی دلآویز صبح، وہ صبحِ جاں نواز و جہاں آرا تھی جس کی جستجو میں ماہ و خورشید نے کروڑوں برس صرف کر دیئے تھے۔ آسمان کے اَن گنت ستارے اس پُرعظمت دن کے لئے عرصۂ دراز سے چشم براہ تھے۔ اسی صبحِ سعادت کے لئے عالمِ قدس کے نقوشِ قدسیہ ازل سے بے تاب چلے آ رہے تھے۔ آج وہ ذیشان نورِ الٰہ اس ظلمت کدۂ عالم میں جلوہ گر ہوا، جس کی خاطر خالقِ ارض و سمٰوٰت نے بزمِ ہستی کو سنوارا تھا۔ کارکنانِ قضا و قدر کی بزم آرائیاں، حسن کی رعنائیاں، عشق کی جدّت طرازیاں، بہار کی دلفریبیاں، ابر و باد کی ترنم خیزیاں، شبنم کی اشک ریزیاں، بادِ شمیم کی عطر بیزیاں، آفتاب کی شعلہ باریاں، حوروں کی عشوہ فرمائیاں، پھولوں کی عطر افشانیاں، بلبل کی آہ و زاریاں، مرغانِ سحر کی زمزمہ سنجیاں، صفوتِ آدم، معرفتِ شیث، شجاعتِ نوح، حلمِ ابراہیم، لسانِ اسمٰعیل، رضائے اسحٰق، فصاحتِ صالح، رفعتِ ادریس، حکمتِ لقمان، بشارتِ یعقوب، جمالِ یوسف، صبرِ ایوب، قوتِ موسیٰ، تسبیحِ یونس، جہادِ یوشع، نغمۂ داؤد، ہیبتِ سلیمان، حُبِّ دانیال، وقارِ الیاس، عصمتِ یحیٰی، قبولِ زکریا، زُہدِ عیسیٰ اور علمِ خضر علیہم السلام، یہ سب نقش و نگار اور متاع ہائے گراں قدر اس لئے تھے کہ یہ ایک دن شہنشاہِ کونین، رسولِ اعظم، نورِ مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دربارِ گوہر بار میں کام آئیں گے۔

نگاہوں میں دلوں میں لالہ زاروں میں ستاروں میں
تمہی تم ہو ، تمہی تم ہو ، تمہی تم ہو ، تمہی تم ہو

محدث ابنِ جوزی کے چند اشعارِ میلاد بھی ملاحظہ فرمایئے:

وُلِدَ الْحَبِيْبُ وَ خَدُّهٗ مُوَرَّدٌ
وَالنُّوْرُ مِنْ وَّ جَنَاتِهٖ يَتَوَقَّدُ
هٰذَا كَحِيْلُ الطَّرْفِ هٰذَا الْمُصْطَفٰى
هٰذَا جَمِيْلُ الْوَجْهِ هٰذَا الْاَوْحَدُ

هٰذَا جَمِیْلُ النَّعْتِ هٰذَا الْمُرْتَضٰی
هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰہِ هٰذَا السَّیِّدُ
یَا لَیْتَ طُوْلَ الدَّهْرِ عِنْدِیْ ذِکْرُہٗ
یَا لَیْتَ طُوْلَ الدَّهْرِ عِنْدِیْ مَوْلَدُ
صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا مَنِ اسْمُہٗ
بَیْنَ الْبَرِیَّةِ اَحْمَد مُحَمَّدُ

﴿ترجمہ﴾

(۱) حبیب کریم ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے رخسار گلاب کی طرح تھے اور مبارک ہونٹوں سے نور چمک رہا تھا۔

(۲) یہ ہیں سرگیں آنکھوں والے، یہ ہیں مصطفیٰ۔ یہ خوبصورت چہرے والے ہیں اور یہ یکتا ہیں۔

(۳) یہ ہیں عمدہ صفت والے، یہ ہیں مرتضٰی۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے حبیب اور یہی (کونین کے) سردار ہیں۔

(۴) اے کاش جب تک زمانہ موجود رہے، میرے سامنے آپ ﷺ کا ذکر خیر ہی ہوتا رہے اور اے کاش جب تک زمانہ قائم رہے، میرے سامنے آپ ﷺ کا میلاد پڑھا جائے۔

(۵) اے وہ ذاتِ پاک، جنکے نام ساری کائنات میں احمد اور محمد ﷺ ہیں، آپ پر اللہ تعالیٰ درود و سلام بھیجتا رہے۔

یہ چند اشعار بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک طویل میلاد نامے کا حصہ ہیں:

صُبْحُ الْهُدٰی مَلَاءَ الْوُجُوْدَ سُرُوْرًا
لَمَّا بَدَا وَجْهُ الْحَبِیْبِ مُنِیْرًا
وَ تَرَنَّمَ الْاَطْیَارُ عِنْدَ ظُهُوْرِہٖ
فَرِحاً وَ مَالَ الْغُصْنُ مِنْهُ بُدُوْرًا
وَاَتَی النَّسِیْمُ مُبَشِّرًا وَّ مُعَطِّرًا
بِقُدُوْمِ اَحْمَدَ فِی الْاَنَامِ نَذِیْرًا
وَتَسَاقَطَ الْاَصْنَامُ عِنْدَ مِلَادِہٖ
وَتَصَعَّدَ الْکُهَّانُ مِنْهُ زَفِیْرًا

﴿ترجمہ﴾

(۱) صبح جب حبیب کریم ﷺ کا چہرۂ روشن جلوہ گر ہوا تو صبحِ ہدایت نے ساری کائنات کو سرور سے بھر دیا۔

(۲) حضور پرنور ﷺ کے ظہور کے وقت پرندوں نے خوشی سے گیت گائے اور شاخیں (ادب و احترام کی بنا پر) تھیلیاں بن کر (یعنی بارآور ہوکر) جھک گئیں۔

(۳) اور حضور ﷺ جو ساری کائنات کے لئے نذیر ہیں، کی تشریف آوری کی خبر دیتی ہوئی اور خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی بادِ نسیم

چلی۔

(۴) حضور ﷺ کے میلاد شریف کے وقت تمام بت بری طرح گر پڑے اور کاہن گویا چیخ کر رہ گئے۔

یہ وہ محبوبِ عظیم ﷺ ہیں جن کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام سے پیمانِ محبت لیا گیا تھا (وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ۔۔۔)، پھر یکے بعد دیگرے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کی تشریف آوری کا اعلان اپنے اپنے ادوار میں پرزور انداز میں کرتے رہے۔ بالخصوص بنی اسرائیل کے آخری نبی جناب عیسیٰ علیہ السلام تو خصوصیت سے اس کو اپنا مقصدِ حیات قرار دیتے ہیں کہ

وَ مُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ .... (صف۔۶)

ترجمہ: ''اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام احمد ہے''

انجیل برنباس کا مطالعہ کریں تو یوں لگتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مجلس وعظ گویا حضور ﷺ کی محفلِ میلاد تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مقصودِ کائنات، امام الانبیاء ﷺ کا ذکر چھیڑتے تو دلوں اور روحوں میں عشقِ رسول ﷺ کی زندگی پھونک دیتے تھے۔ اور تمام سامعین بے اختیار پکار اٹھتے:

O God Send us thy messenger .

O Muhammad (PBUH) come quickly for the salvation of the world.

(یعنی) اے خدا! اپنا رسول ہماری طرف بھیج۔ یا محمد (ﷺ) دنیا کی نجات کے لئے تشریف لے آیئے۔ (باب ۹۷)

تمام مذاہب کے دینی ادب میں اس محبوبِ کائنات ﷺ کی آمد و عظمت کا کسی نہ کسی شکل میں ذکر ملتا ہے۔

اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۝

ترجمہ: جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

زرتشت (جس کو مجوسی نبی مانتے ہیں) نے 'ژند اوستا' میں حضور ﷺ کی آمد آمد کی خبر دیتے ہوئے مجوسیوں کو بشارت دی کہ آخری زمانے میں ایک انسانِ کامل ظاہر ہوگا جسکو لوگ 'اشزریکا' کہیں گے۔ 'اشزریکا' کے معنی ہیں ایسا باخبر انسان جو دنیا کو عدل و انصاف سے مزین کر دے۔۔۔ کیا حضور ﷺ ہی وہ باخبر نہیں کہ جنہوں نے وہ خبریں دیں جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں اور آپ ﷺ کی آمد آمد کے بعد ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا اور انسان نے سکھ کا سانس لیا۔

بدھ مت کا دینی ادب بتاتا ہے کہ بدھ نے اپنے خادم نندا کے استفسار کے جواب میں کہا ''نندا میں پہلا بودھ (پیغمبر) نہیں ہوں جو زمین پر آیا اور نہ آخری بودھ ہوں۔۔۔۔ اپنے وقت پر ایک بودھ آئے گا جو ''میتریا'' کے نام سے موسوم ہوگا۔ ''میتریا'' کے معنی ہیں 'وہ جس کا نام رحمت ہے'۔ کیا وہ ہمارے حضور ﷺ ہی نہیں جن کو قرآن نے ''رحمۃ للعلمین'' کے دلکش لقب سے یاد کیا ہے۔

ہندو مذہب کی مذہبی کتاب 'بھوشیہ پران' میں ہے: کل جگ میں 'سرب انما' (محمد ﷺ) پیدا ہوں گے جن کے سر پر بادل سایہ کریں گے۔ ان کے جسم پر سایہ نہ ہوگا۔ ان کے جسم پر مکھی نہ بیٹھے گی۔ وہ زمین کو لپیٹ جائیں گے، دنیا کے لئے کچھ تلاش نہ کریں گے، وہ تمام عمر کم کھائیں گے''

ایک برہمن پنڈت 'وید پرکاش' جو سنسکرت کے ممتاز عالم اور الٰہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہیں کی تحقیق دسمبر ۱۹۹۷ء میں اخبارات کی زینت بنی۔ ملاحظہ فرمایئے اور ایمان تازہ کیجئے:

”نئی دہلی (جی۔این۔این) ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس کالکی اوتار (ہادیٔ عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمد (ﷺ) کی ذاتِ اقدس ہے، جن کا ظہور آج سے چودہ سو برس قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی ’کالکی اوتار‘ کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے“

ہندوازم کی پیش گوئی کے مطابق ’کالکی اوتار‘ ایک جزیرے (جزیرۃ العرب) میں جنم لے گا۔ باپ کا نام ’وشنو بھگت‘ ہوگا، جس کا عربی ترجمہ ”عبداللہ“ بنتا ہے جبکہ ماں کا نام ’سومانب‘ تحریر ہے، جس کا مطلب ہے ’امن و آشتی والی‘ اور یہی معنی ہے ”آمنہ“ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔

المختصر! تاریخ عالم میں یہ امتیاز صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات کو حاصل ہے کہ جن کی تشریف آوری کے چرچے پہلے بھی رہے اور آج بھی ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔ اس لئے کہ یہ آنے والا کوئی معمولی نہیں، اتنا عظیم ہے کہ خود خالقِ کائنات اس آنے والے کی آمد آمد کا ہم پر احسان جتا رہا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔

پھر ان کی تشریف آوری ’رحمتِ عالم‘ کی حیثیت سے ہو رہی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ہاں ہاں! یہ رحمتِ عالم ﷺ ہیں جنہوں نے عداوت کرنے والے دشمنوں، حقوقِ جائز سے محروم کرنے والے دشمنوں، عبادت سے روکنے والے دشمنوں کیساتھ انتقامی کارروائی کرنے سے اہلِ ایمان کو روکا، اس وقت جب کہ اہلِ ایمان میں انتقام لینے کی طاقت و قوت بھی موجود تھی۔

☆...... یہ وہ رحمتِ عالم ہیں جنہوں نے کاہنوں کے ترہب کو، ہندوؤں کے جوگ اور سنیاس کو، یہودیوں کے فرقہ لاماساس کو، یونانیوں کے گروہ کلبیہ کو، عیسائیوں کے نن اور منک کو اور ان سب کے افسوس ناک اور عبرت خیز نتائج کو دیکھا اور **لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ** (یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں) کا فرمان سنا کر انسانیت کو تاجِ امتیاز پہنایا۔

☆...... یہ وہ رحمتِ عالم (ﷺ) ہیں جو یہودیوں کی ایک خاص نسل ہی کے افراد کو اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ قوم کے لقب سے مخصوص نہیں کرتے۔ جو برہمنوں کو ہی اپنی قوم کے معتبر افراد قرار نہیں دیتے، جو چین والوں کی طرح کسی خاص رقبہ میں پیدائش کی بنیاد پر ان کو فرزندانِ آسمانی کا لقب عطا نہیں کرتے، جو زرتشتیوں اور لاماؤں کی طرح پیروانِ خاص کے سوا باقی سب پر فضیلت و افضال سے بھرپور خزانے بند نہیں کرتے۔

☆...... یہ وہ رحمتِ عالم (ﷺ) ہیں، جن کی نگاہ میں رومی و یونانی اور مصری و سوڈانی سب مساوی ہیں۔ جن کے دربارِ گوہر بار میں مِدْعَم سوڈانی، بلالِ حبشی، فیروز خراسانی، سلمانِ فارسی، صہیب رومی اور عدی طائی پہلو بہ پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔

☆...... یہ وہ رحمتِ عالم (ﷺ) ہیں، جو یہود جیسی مخذول و مغضوب قوم کو جسے نہ صرف عیسائیوں نے بلکہ بت پرستوں نے بھی ذلیل و خوار ٹھہرایا تھا، مستقل قوم ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا اور معاہدات میں ان کو مساویانہ حقوق کے عطیہ سے شادکام فرمایا تھا۔

☆...... یہ وہ رحمتِ عالم (ﷺ) ہیں، جنہوں نے جملہ عیسائی اقوام پر اس وقت رحمت و کرم کا معاملہ فرمایا تھا جب دوسری مذہبی کونسل پہلی مذہبی کونسل کو اور تیسری مذہبی کونسل دوسری کو کفر و لعنت کا تحفہ پیش کرنے کے بعد اپنی مذہبی کارروائی کیا کرتی تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کے جان و مال کو اس وقت بھی محفوظ رکھا جب کہ مسیح کے جسم ایک روح یا دو روحوں کے ہونے کے مسئلے نے یروشلم، روما اور مصر کے عیسائیوں میں خونریزی کو عام کر رکھا

تھا۔

☆......اور ہاں ہاں یہ ہی تو رحمتِ عالم (ﷺ) ہیں جنہوں نے کل ۲۳ برس میں فقط ۷۵۹ غیر مسلم تہ تیغ کر کے پوری روئے ارض میں اسلامی انقلاب بپا کیا اور لاکھوں مربع میل پر مشتمل اسلامی حکومت قائم کی جبکہ حقوق انسانی کے علمبردار مغربی ممالک نے محض دو جنگوں میں جو بے مقصد خون کے دریا بہائے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

پہلی جنگِ عظیم میں مقتولین کی تعداد: روس ۱۷ لاکھ، جرمنی ۱۶ لاکھ، فرانس ۱۳ لاکھ ۷۰ ہزار، اٹلی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار، آسٹریا ۸ لاکھ، برطانیہ ۷ لاکھ، ترکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار، بلجیم ۱ لاکھ ۲ ہزار، بلغاریہ ایک لاکھ، رومانیہ ایک لاکھ، سریا مانٹینگری ایک لاکھ، امریکہ ۵۰ ہزار۔

کل تعداد: ۷۳ لاکھ ۳۲ ہزار افراد جو قتل ہوئے۔

دوسری جنگِ عظیم میں مقتولین کی تعداد: روس دو کروڑ ۱۰ لاکھ، جرمنی ۱۶ لاکھ، پولینڈ ۹ لاکھ، چین ۳۰ لاکھ، جاپان ۱۵۰/۲۷ لاکھ، آسٹریا ۷ لاکھ، رومانیہ ۷ لاکھ، فن لینڈ ایک لاکھ ۸۳ ہزار، چیکوسلویکیہ ۶۰ ہزار، سلاویکیہ ۳۰ لاکھ ۵۰ ہزار، امریکہ ۱۰ لاکھ ۷۰ ہزار، برطانیہ ۱۴ لاکھ ۳۰ ہزار، فرانس ۱۰ لاکھ، اٹلی ۱۱ لاکھ، یوگوسلاویہ ۱۶ لاکھ ۸۵ ہزار، ہنگری ۶ لاکھ، ہالینڈ ۲ لاکھ ۷۵ ہزار، بلجیم ۶۰ ہزار، فلپائن ۳۰ ہزار۔

کل تعداد: ۴ کروڑ ۳۴ لاکھ ۴۳ ہزار ۱۱۔

ان دو جنگوں کے علاوہ ہونے والی جنگوں میں کروڑوں افراد لقمۂ اجل بنے۔ یہ ہے 'انسانی خدمات' کا وہ عظیم نذرانہ جو دورِ حاضر کے مہذب انسانوں نے انسانیت کی بارگاہ میں پیش کیا۔

المختصر! ہمارے نبی رحمت ﷺ نے دنیا بھر کو ظلم و ستم سے روکا اور عدل و رحم کا درس دیا۔ دنیا کی اس موثر ترین آواز نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مگر افسوس آج اسی رحمۃ للعلمین ﷺ کی امت مظلوم ہے اور ظلم کرنے والے ایسے عیار و مکار ہیں کہ مظلوم کو ظالم اور دہشتگرد کہہ رہے ہیں اور ان کے ذرائع ابلاغ اس جھوٹے پراپیگنڈے کیلئے وقف ہیں۔ فرمایئے، کیا آج امریکی مکاریاں اس بات کی غماز نہیں کہ امریکہ شیطان ہی کی نقل کے مطابق اصل (True Copy) ہے۔ یہ شیطان انسانی لبادے میں اسلام کو برداشت نہیں کر رہا اور اس کی ساری تگ و دو (معاذ اللہ) اسلام کو اور مسلمانوں کو مٹانے تک ہے۔ ملت کی بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان حکمران اس کے زر خرید غلام ہیں یا بندۂ بے دام۔ یہ گویا اسی کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور اپنے اپنے ملک میں اسی کی 'رضا' کے مطابق چلتے ہیں۔ بالخصوص پاکستان کے حکمران تو تن من دھن سے امریکہ کی غلامی میں 'مطمئن' ہیں۔ وہ عوام کے مسائل حل کرنے کی طرف سرے سے متوجہ ہی نہیں، بس اپنی حکومت کو مضبوط کرنا مقصود ہے اور اس کے لئے امریکی پٹھو ہونا ان کے نزدیک شرطِ اول ہے۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے واقعۂ قتل کو دیکھئے۔ اس مردود نے تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے قانون کو کالا قانون قرار دیا جو صریحاً توہینِ رسالت تھی، چنانچہ غیرت مند قوم کے ایک غیرت مند جوان ممتاز حسین قادری نے اسے جہنم واصل کر کے ابولہب و ابوجہل کے پاس پہنچا دیا۔ مگر امریکہ و یورپ تلملا اٹھے اور پاکستانی حکومت پر انہیں سزائے موت دینے کے لئے دباؤ ڈالا جا رہا ہے اور حکومت کی نیت میں فتور نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ وہ اچھی طرح آگاہ ہیں کہ ملکِ عزیز کے تمام علماء کرام ممتاز حسین قادری کو حق بجانب قرار دے چکے ہیں۔ اور کسی بھی صورت میں اگر پاکستانی حکام نے شیرِ نر ممتاز حسین قادری کیساتھ زیادتی کی کوشش کی تو ۱۸ کروڑ عوامِ پاکستان سراپا احتجاج بن جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومتِ وقت کو رب، رسول، قرآن، اسلام اور عوام کے ساتھ کوئی غرض نہیں، حرص ہے تو کرسیوں کی، خواہش ہے تو وزارتوں کی، باقی سب ان کے نزدیک بے معنی ہے (معاذ اللہ) الا ماشاء اللہ۔ حالات تو اس بات کے متقاضی ہیں کہ پاکستان کے حکمران وطنِ عزیز کے باسیوں کی تربیت کا اس انداز میں اہتمام کرتے

کہ سکولوں کالجوں سے فارغ ہونے والے صحیح معنٰی میں مسلمان ہوتے اور مغرب وامریکہ کی سازشوں کو سمجھنے اوران کا مقابلہ کرنے کی استعداد کے حامل ہوتے ۔مگر افسوس وہ تو نصابِ تعلیم کی تشکیل بھی صوبوں کے حوالے کرکے خوداپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔غرض کس کس بات کا رونا رویا جائے۔ ہمیں یہ ہرگز توقع نہیں تھی کہ پاکستان میں کبھی اتنے برے دن بھی آسکتے ہیں کہ شیطان یہاں ننگا ہوکر ناچ رہا ہے، اپنی ذرّیت بڑھا رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے۔

مگر اے مشائخ عظام! آپ پر سب سے بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت آپ ہی بانیانِ پاکستان ہیں اور کروڑوں لوگ آپ کے دامن سے وابستہ ہیں۔آپ اپنے مریدوں کی تربیت کریں اورانہیں ملک واسلام کے دفاع کے لئے تیار کریں۔

اے علماء دین! آپ بھی بہت کچھ کرسکتے ہیں۔آپ کو بھی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورامام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے نقشِ قدم پہ چل کراسلامی عقیدہ وعمل کے تحفظ کا سامان کرنا چاہئے۔

اے اساتذہ کرام! آپ معمارانِ قوم ہیں تو اپنے فرضِ منصبی یعنی تعمیر ملت کے تقاضے پورے کیجئے۔قوم کو سیسہ پلائی دیوار بن کر طاغوتی طاقتوں سے مقابلے کے لئے تیار کیجئے۔

اے معزز والدین! اپنی اولاد کو مخرب اخلاق کھیلوں، فلموں، گیتوں، بری صحبتوں سے بچایئے اوراسلامی نشوونما سے مزین کیجئے۔تاکہ مجاہد تیار ہوں، نا کہ ناچے اور گانیک۔

☆..............☆..............☆

پچھلے دنوں 'نوائے وقت' نے ایک خبر شائع کی جوکسی طور ہماری نظریاتی بنیادوں پر ڈرون حملے سے کم نہ تھی۔خبر کے مطابق جی سی یونیورسٹی لاہور میں طلبہ کی مالی معاونت کے لئے کئے جانے والے فنڈ ریزنگ پروگرام نے اس وقت ایک ڈانسنگ پروگرام کا روپ دھار لیا جب ایک بدنام زمانہ رقاصہ نے فحش گانوں پر بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔پھر بات یہاں ختم نہیں ہوئی بلکہ رقاصہ کی کارکردگی اس قدر ہوش ربا تھی کہ خود کو انبیاء کے وارث کہلانے والے کچھ 'روشن خیال' اساتذہ نے داد وتحسین پیش کرنے کیساتھ ساتھ عملی طور پر بھی اس کا ساتھ دیا۔

ہماری تربیت کی نہج تو یہ ہونی چاہئے کہ ہمیں اپنے خدا جل جلالہ سے، اپنے رسول ﷺ سے، اپنے دین سے، اپنی تہذیب سے اوراپنے نظام وقانون سے شدید محبت ہو۔سائنس کی تدریس خصوصی طور پر 'اسلام کی حقانیت' کے دلکشا جلوے دکھانے کے لئے کرائی جائے، حکمت وفلسفہ سے قرآنی تعلیمات کی برتری کا درس دیا جائے، زبانیں سکھا کر دین حق کے بلند نظر مبلغ پیدا کئے جائیں۔مگر افسوس اس صورتحال نے تو ہمیں پریشان کر کے رکھ دیا۔آخر اس یونیورسٹی کے منتظم اور مدرس خود اس فکر سے عاری کیوں نکلے؟ جب معمارانِ قوم ہی تعمیر سے مخلص نہیں تو کسی اور سے کیا گلہ۔کیا انہیں معلوم نہیں کہ اساتذہ دین وایمان کے نگہبان ہیں اور طلباء امین۔اور دولتِ دین وایمان کے نگہبان جب لٹیرے اور بھیڑیے بن جائیں تو قوم کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے حکومتِ وقت سے کہ نئی نسل کو بے راہرو بنانے کی اس مذموم کوشش کے مرتکب افراد کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے تاکہ اوروں کے لئے بھی سامانِ عبرت ہو۔البتہ ہم ان طلبہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس پروگرام کی مخالفت کی اوران طالبات کو بھی جو بطورِ احتجاج واک آؤٹ کرگئیں۔یقیناً ہمارے ان بچوں اور عفت مآب بچیوں نے ثابت کردیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے امتی ہیں۔خدا ان کو دین اسلام کے سچے سپاہی بنائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

..........☆☆☆..........

بے مثل نورانیت و بے مثل بشریت

نورانیت اور احوال بشریہ کا ظہور

محقق دوراں حضرت علامہ ابوابراہیم (مدینہ شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ سعید احمد کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

حضورﷺ کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کردے۔ جب چاہے نورانیت کو بشریت پر غالب کردے، بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا۔ جب کبھی خون بہا (جیسے غزوۂ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔ (میلاد النبیﷺ، ص ۳۵)

جو بشریت عیوب ونقائص بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ لباس بشریت میں مبعوث فرمایا، شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ (تفسیر روح البیان ۵/۱۰۶) (میلاد النبیﷺ)

امام اہل سنت مولٰنا الشاہ احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:-

خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا: ہر بچہ کے ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے، میں اور ابوبکر وعمر ایک مٹی سے بنے ہیں اسی میں دفن ہونگے۔ (فتاویٰ افریقیہ ص ۹۹-۱۰۰) نیز فرماتے ہیں:- مَنْ اَنْکَرَ بَشَرِیَّۃَ النبیﷺ مُطْلَقًا فَھُوَ کَافِرٌ قال تعالیٰ (قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا) اور جو مطلقاً حضورﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۶۷)

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہﷺ عام انسانوں کی طرح بشر ہیں عام انسانوں کی طرح جو بشری کثافتیں اور مادی غلاظتیں ہوتی ہیں انبیاء علیہم السلام ان تمام سے منزہ ہوتے ہیں خصوصاً نبی کریمﷺ کی بشریت کائنات میں سب سے اعلیٰ اور افضل بشریت ہے اور ہر قسم کی مادی آلائش اور جسمانی کثافت سے پاک ہے بشریت یوں بھی نورانیت سے افضل ہے کتب عقائد میں لکھا ہے کہ: رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں (شرح عقائد از علامہ تفتازانی) اور جو بشریت رسول اللہﷺ کی حقیقت کا جزو ہے اس کے افضل خلائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپﷺ کے مادہ خلقت سے کسی چیز کو کیا نسبت ہے اصل میں منشاء فضیلت آپﷺ کی ذات ہے، بشر بھی اس

لئے افضل ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اگر آپ ﷺ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا اور اگر آپ ﷺ انسان نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے ﷺ۔ (شرح مسلم ۵/ ۹۸ کتاب الاقضیہ)

رسول اللہ ﷺ کا بے مثل ہونا: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ہے ,,آپ کہئے میں تمہاری مثل بشر ہوں،، بعض لوگ اس مسئلہ میں تفریط کا شکار ہیں۔ میں نے خود بعض لوگوں سے سنا ہے کہ حضور ہم جیسے تھے۔ ایک شخص نے کہا بتلاؤ کیا حضور ﷺ کے دو ہاتھ نہ تھے آپ کی دو آنکھیں نہ تھیں آپ کے دو کان نہ تھے (العیاذ باللہ) میں نے کہا ظالم تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے ہاتھوں میں وہ قوت کہاں سے لاؤ گے کہ اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے، کنکریاں پھینکیں تو کفار کے چہرے بگڑ جائیں۔ تمہاری آنکھیں تو ہیں لیکن ان آنکھوں میں وہ طاقت کہاں سے لاؤ گے کہ بے حجاب اللہ کو دیکھ سکو۔ کان تو دکھا دو گے لیکن کانوں میں وہ شکتی کہاں سے لاؤ گے کہ جنات اور ملائکہ کا کلام سن سکو بلکہ خود خدا کا کلام سن سکو۔ اس نے کہا صفات اور خواص کی بات الگ رکھیں صرف دو آنکھیں ہونے میں تو میں آپ کی مثل ہوں، یہ جدا بات ہے کہ آپ کی آنکھیں کیسی ہیں میری آنکھیں کیسی ہیں ۔ میں نے کہا اگر صفات اور خواص کا لحاظ نہ رکھا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم خنزیر کی مثل ہو کیونکہ اس کی بھی دو آنکھیں ہیں اور تمہاری بھی دو آنکھیں ہیں اور دو آنکھیں رکھنے میں تم دونوں برابر ہو۔ تو وہ مبہوت ہو کر رہ گیا .... کہاں ہم کہاں حضور! کوئی ہمیں نماز میں سلام کر دے تو اس کی نماز غارت ہو جائے اور حضور ﷺ کو سلام کئے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ ہم کسی نمازی کو حالتِ نماز میں بلائیں تو نہ جانا واجب اور سرکار کسی نمازی کو حالت نماز میں بلالیں تو اس کا جانا واجب، ہم قبلہ کے محتاج، ان کا خود قبلہ محتاج۔ ہم کسی سے نماز میں بات کریں تو نماز ٹوٹ جائے اور سرکار کسی نمازی سے نماز میں بات کریں تو نماز قائم بلکہ کامل رہے۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان جیسے نہیں ہیں میدان محشر میں دنیا دیکھے گی کہ جب اللہ تعالیٰ جلال میں ہوگا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی تاب نہ ہوگی کوئی زبانِ شفاعت نہیں کھولے گا اس وقت اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت کرے گا تو وہ صرف سرکار دوعالم ﷺ ہوں گے۔

اس گفتگو سے واضح ہو گیا کہ کائنات میں کوئی حضور ﷺ کا مماثل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے تو پھر قرآن وحدیث میں کیوں آیا ہے۔ ''میں تمہاری مثل بشر ہوں'' اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف اس بات میں حضور کی مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ حضور خدا ہیں۔ کسی وجودی چیز میں ہم حضور کے مماثل نہیں ہیں۔ مماثلت صرف عدمی چیز (نہ ہونے) میں ہے۔ وجودی کسی چیز میں نہیں، عدمِ الوہیت میں ہم حضور جیسے ہیں اور کسی وصف میں آپ کے مماثل نہیں ہیں۔ (شرح مسلم ج2 ص146 کتاب المساجد باب السہو)

آپ ﷺ افضل البشر اور انسان کامل ہیں عام انسان اور بشر تو کجا تمام نبیوں اور رسولوں میں کوئی آپ ﷺ کی مثل نہیں ہے آپ ﷺ کی آنکھیں دیکھئے فرمایا: ﴿ إِنِّـي أَرَى مَـالَا تَـرَوْنَ ﴾ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے (ترمذی حدیث ۲۳۱۲ ابواب الزہد مشکوۃ حدیث ۵۳۴۷ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف)

فرمایا: میں نے جنت و دوزخ کو دیکھا۔ (مسلم حدیث ۴۲۶ کتاب الصلاۃ باب تحریم سبق الامام)

﴿ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ ﴾ اور بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ بخاری حدیث ۱۳۴۴ کتاب الجنائز باب الصلاۃ علی الشہید، بخاری ۴۰۴۲ کتاب المغازی باب غزوۃ احد، مسلم حدیث ۲۲۹۶ کتاب الفضائل، مشکوۃ حدیث ۵۹۵۸ کتاب الفضائل باب الوفاۃ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا فَوَاللهِ مَا يَخْفَىٰ عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ إِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ. کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف قبلہ کی طرف دیکھتا ہوں خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ خشوع اور بیشک میں تم کو اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری حدیث: ۴۱۸ کتاب الصلاۃ باب عظۃ الامام، مسلم حدیث ۴۲۴ کتاب الصلاۃ باب الامر بتحسین الصلاۃ)

جن کی نظر کی جولانی کا یہ عالم ہے کہ اوپر نظر اٹھائیں تو سات آسمان ان کی نظر کے لئے حجاب نہیں اور نیچے نظر فرمائیں تو سات زمینیں ان کی نظر کے لئے رکاوٹ نہیں۔ آسمان و زمین جنت و دوزخ بلکہ دنیا اور آخرت کی کیا حقیقت ہے۔ جس ذات کو کوئی نبی اور رسول نہیں دیکھ سکا آپ نے اس ذات کو دیکھا۔ حسنِ الوہیت کو بے حجاب دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دیکھنے والے نے بھی داد دی اور فرمایا ﴿ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴾ "نظر بھکی نہ کج ہوئی"۔ یہ آنکھیں ایسی کہ جاگیں تو ریاضت اور سوئیں تو عبادت! فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (بخاری 1079-1147) یونہی تو نہیں کہا تھا ﴿ أَيُّكُمْ مِثْلِي ﴾ تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہے۔ (بخاری حدیث 1829-1965 مسلم 1103 مشکوٰۃ 1986 کتاب الصیام باب فی الصوم) جب حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتے تو ہماری کیا حیثیت کہ ہم آپ کی مثل بن سکیں۔ یعنی حضور ﷺ کی آنکھیں بے مثال ہیں

بے مثال سماعت: سماعت دیکھئے فرمایا ﴿ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ ﴾ میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے (ترمذی حدیث ۲۳۱۲ ابواب الزہد مشکوٰۃ حدیث ۵۳۴۷ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف) فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں، حیوانات اور جنات کا کلام سنتے ہیں، حتیٰ کہ شجر و حجر کی آواز بھی سنتے ہیں۔ یہ سب چیزیں الگ رہیں خالق کائنات کا کلام سنتے ہیں، اس کلام کو سنتے ہیں جو اگر پہاڑ پر نازل ہو تو پہاڑ پھٹ جائے۔ تبھی تو فرمایا: ﴿ أَيُّكُمْ مِثْلِي ﴾ تم میں سے کون ہے جو میری مثل ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی سماعت بھی بے مثل ہے۔

بے مثال لعاب دہن: یہ لعاب دہن حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں پہنچا تو ایسی ٹھیک ہوئیں کہ پھر کبھی نہ دکھیں۔ (بخاری کتاب المغازی حدیث 3888-4210)

ایک جنگ میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، آپ ﷺ نے لعاب دہن لگا کر آنکھ کا وہ ڈھیلا اپنی جگہ رکھا اور دعا فرمائی الٰہی یہ تیرے نبی کی حفاظت کر رہا تھا اس کی آنکھ درست فرما دے، تو وہ بالکل درست ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ 1-360) حضرت سلمہ بن الاکوع کی پنڈلی کو اسی لعاب سے جوڑا (بخاری کتاب المغازی حدیث 3884-4206) حضرت عبد اللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اسی لعاب سے جوڑ دی (بخاری کتاب المغازی حدیث 3734-4040) حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں یہ لعاب دہن لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا (مشکوٰۃ حدیث 6034) حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا تو ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سا کھانا تمام لشکر کے لئے کافی ہو گیا (بخاری حدیث 3792 مسلم 3800) کھاری کنویں میں یہ لعاب ڈالا تو وہ میٹھا ہو گیا، فقط پانی کا ذائقہ نہیں بدلا زمین کی ماہیت بدل گئی۔ صرف زمین کی ماہیت نہیں بدلی، لوگوں کے دل و دماغ بدل دیئے، فکر و نظر میں انقلاب برپا کر دیا، یہ زبان کی تاثیر تھی اور یہ نظر کا فیضان تھا کہ چوروں، ڈاکوؤں، خائنوں اور لٹیروں کو لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا امین اور محافظ بنا دیا، بت پرست بت شکن ہو گئے۔ یوں تو آپ ﷺ کی بہت فضیلتیں ہیں، آپ ﷺ کا بول و براز طاہر تھا، آپ ﷺ کے تمام فضلات طیب تھے، جس نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا اس کی بیماری جاتی رہی، جس نے فصد (پچھنے) لگانے کے بعد آپ ﷺ کا نکلا ہوا خون پی لیا اس پر دوزخ

حرام ہوگئی، آپ ﷺ کا پسینہ خوشبودار تھا، آپ ﷺ کے جسم مطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی، زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا، دھوپ میں ابر سایہ کرتا تھا، اشارے سے سورج پلٹ آتا تھا اور چاند شق ہو جاتا تھا، لکڑی کو کہیں تلوار ہو جاتا تو وہ تلوار ہو جاتی تھی۔ لیکن آپ کی اصل فضیلت اور کمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سب نبیوں سے کم زمانہ پایا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑے، اور اپنے مشن اور نصب العین کو سب سے زیادہ پورا کیا۔ دوسرے نبیوں نے معجزات کے سہارے لوگوں کو مسلمان کیا آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی اور سیرت طیبہ سے لوگوں کو مسلمان کیا، جیسے جیسے آپ ﷺ کی سیرت کا نور پھیلتا گیا اسلام پھیلتا گیا، ہزاروں نبی اور رسول آئے اور تبلیغ کر کے چلے گئے لیکن کسی نبی اور رسول کی اصل تعلیم اور پیغام باقی نہیں ہے۔ کسی کی لائی ہوئی کتاب کا اصل متن تک موجود نہیں ہے لیکن آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی آپ کی تعلیم اور پیغام باقی ہے اور آپ ﷺ کا مشن جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہی آپ کا نور ہے اور اسی نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔ (شرح مسلم کتاب الاقضیہ 5 ص100-99)

نور کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب فرماتے ہیں:۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا نور تخلیق فرمایا اور آپ بشری صورت میں مخلوق کی ہدایت کے لئے تشریف لائے۔ بے مثل بشریت میں کسی کا اختلاف نہیں بنیادی اختلاف آپ ﷺ کی نورانیت کے متعلق ہے۔ ہم اہل سنت جماعت نبی کریم ﷺ کی بے مثل بشریت کے ساتھ ساتھ بے مثل نورانیت کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارے مخالفین حضور ﷺ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں اصولی طور پر بحث کا قانون یہ ہے کہ جس نسبت میں اختلاف ہو، اس نسبت کے مدعی کے لئے اپنے دعوے پر دلیل پیش کرنا ضروری ہے اور منکر کے لئے اپنے انکار پر دلیل ضروری ہے۔ جب ہم نور کی بات کرتے ہیں تو وہ بشریت والی آیات پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسی آیات تو تب پڑھی جائیں جب ہم آپ ﷺ کی بے مثل بشریت کے منکر ہوں اس کا تو کوئی منکر ہی نہیں لہذا انہیں چاہئے کہ وہ کوئی ایسی آیت پیش کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہو کہ ہم نے آپ کو نور بنا کر نہیں بھیجا یا نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہو میں نور نہیں ہوں یا صحابہ نے ہی حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا ہو کہ آپ نور نہیں تھے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے جس میں آپ ﷺ کے نور کی نفی ہو، اسی طرح کوئی حدیث بھی موجود نہیں ہے جس میں آپ ﷺ کے نور کی نفی ہو۔ جب بھی کسی سے گفتگو ہو تو اصولی طور پر واضح کر لیں اور جب وہ دلیل پیش کریں تو ان کی غلطی کو فوراً پکڑیں کہ جس بات میں ہے ہی اتفاق رائے اس پر دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بے مثل بشریت ہمارا عقیدہ ہے۔ ہمارے ذمہ نبی کریم ﷺ کی نورانیت پر دلیل دینا ہے اور منکرین کے ذمہ نور نہ ہونے پر عدم نورانیت پر دلیل دینا ہے۔ (نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیوں)

مناظر اسلام علامہ کاشف مدنی صاحب فرماتے ہیں: یہ جو شعر پڑھا جاتا ہے کہ۔ نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہوگیا کملی والا آ گیا ہر تھاں سویرا ہوگیا یہ شعر صحیح نہیں ہے کیونکہ نور ازلی اور ابدی اللہ کا نور ہے اور نور ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ میں سرایت کر گیا ہے ایسا عقیدہ کفر و شرک ہے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ بلا واسطہ رب تعالیٰ سے فیض اخذ کرنے والے اور تمام مخلوق آپ ﷺ کے واسطے سے رب کا فیض لینے والی ہے (رسالہ نور، رسائل نعیمیہ ص ۵۳) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہم نبی کریم ﷺ کے نور کو اللہ کے نور کا کوئی جز یا حصہ نہیں مانتے خالق کائنات جزء سے پاک ہے اس کی بے مثل ذات کا کوئی ٹکرا نہیں ہے وہابیہ کا ہماری طرف ان چیزوں کی نسبت کرنا ان کی صریح بددیانتی ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نور ہدایت ہیں اس میں کسی کو انکار نہیں اس کے ساتھ نور حسی بھی ہیں وہابیہ اس کے منکر ہیں۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں کہ: ایک عقیدہ قطعی ہوتا ہے اور ایک ظنی، قطعی عقیدہ کے اثبات کے لئے دلائل بھی قطعی ہونے چاہئے اور ظنی عقیدہ کے لئے دلائل بھی ظنی ہونے چاہئے بنیادی طور پر یاد رکھیں جو عقیدہ قطعی ہوتا ہے اس کے لئے دلائل بھی قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ہوتے ہیں، قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ اور اس کا انکار کفر ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ سرکار نور نہیں مطلقاً نور نہیں مانتا بالکل نور ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس میں نورِ ہدایت کا بھی انکار ہوگیا تو اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اگر کہے کہ میں نور حسی نہیں مانتا تو ایسے عقیدے کا تعلق ظنی دلائل سے ہے تو یہ عقیدہ کفر نہیں بلکہ گمراہی ہے اور ایسا عقیدہ فاسد عقیدہ ہے۔ (نبراس شرح عقائد نسفی ص ۳)

ایک شبہ کا ازالہ: سعودیہ کا شائع کردہ وہابی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں صلاح الدین یوسف لکھتا ہے:- نور اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ اس سے اگلی آیت میں کہا جارہا ہے کہ (یهدی به الله) اس کے ذریعے سے اللہ ہدایت فرماتا ہے اگر نور اور کتاب دو الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ (یهدی بهما الله) ہوتے یعنی اللہ ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز ہے یعنی قرآن کریم یہ نہیں کہ نور سے مراد حضور ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جیسا کہ اہل بدعت باور کراتے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی بابت نور من نور اللہ کا عقیدہ گھڑ رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ (ص 292)

جواب: یعنی جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے نور ہیں وہ اہل بدعت ہے اس کا عقیدہ خود ساختہ ہے اور وہ بشریت کا منکر ہے۔ اب دیکھو جاہل کی جہالت کہ اس نے دوسری جگہ خود نبی کریم کو ,,نور اللہ،، تسلیم کیا ہے۔ (صفحہ نمبر 1573) پر لکھا کہ اللہ کے نور سے مراد (قرآن یا اسلام یا محمد ﷺ یا دلائل و براہین ہیں۔ (سورہ الصف آیت 8 پارہ ۲۸ رکوع ۹) تو یہ خود اپنے ہی فتوی سے بدعتی اور بشریت کا منکر ثابت ہوگیا۔ اپنا منہ اور اپنے جوتے کھاتے جاؤ جتنا دل چاہے۔ نور من نور اللہ کا عقیدہ اہل بدعت کا نہیں اہل سنت اور صحابہ کرام کا ہے اور صحابہ کرام کو بدعتی کہنے والا گستاخ صحابہ ہے اور اہل بدعت وہ ہیں جو نور کے منکر ہیں اللہ تمہیں حدیث کے مطالعہ کی توفیق دے۔

امام عبدالرزاق معمر سے اور وہ زہری سے، وہ سالم سے اور وہ اپنے والد یعنی حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بِعَیْنَیَّ هَاتَیْنِ کَانَ نُوْرٌ کُلُّهٗ بل نُوْرًا مِنْ نُوْرِ اللهِ﴾ میں نے ان دو آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ تمام تر نور تھے بلکہ آپ ایسے نور تھے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ اپنے نور سے پیدا کیا۔ (مصنف عبدالرزاق۔ حدیث ۱۷) اس حدیث کی سند صحیح ہے یہ ان صحیح ترین سندوں میں سے ہے جن کا تذکرہ امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ جیسے حفاظ حدیث نے کیا ہے جیسا کہ امام نووی کی کتاب ,,ارشاد طلاب الحقائق 112-1،، میں ہے۔ اس حدیث کو کوئی وہابی ضعیف ثابت کردے تو اسے لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ وہابی علم حدیث سے بالکل کورے ہیں بلکہ منکر حدیث ہیں۔ کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بریلوی تھے یا بدعتی تھے یا بشریت کے منکر تھے جو حضور ﷺ کو ﴿نُوْرًا مِنْ نُوْرِ اللهِ﴾ کہہ رہے ہیں وہابیو! تمہاری غیرت کو کیا ہوگیا ہے اگر تمہیں حدیث نہیں آتی تو مفسر قرآن بن کر لوگوں کو گمراہ نہ کرو۔ اگر ہم صحابہ کرام کا عقیدہ اپنائیں تو تمہیں تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ کیا یہ حدیث نہیں ہے کہ جنتی جماعت وہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے طریقہ پر چلنے والی ہے۔ صحابہ کرام کے عقیدہ کو بدعت کہنے والو تم کس منہ سے اپنے آپ کو اہل سنت اور اہل حدیث کہتے شرم سے ڈوب مرو

اہل بدعت اہل سنت پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ بشریت کے منکر ہیں بلاشبہ یہ جھوٹ اور مجرمانہ خیانت ہے اگر سچے ہیں تو ہماری کسی کتاب سے حوالہ

پیش کریں ورنہ روزِ قیامت محاسبہ کے لئے تیار ہو جائیں ہمارا عقیدہ تو یہ ہے جو مطلقاً حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار

اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ پر دلائل:

آیت نمبرا:

﴿ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ ﴾

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(سورۃ المائدہ آیت ۱۵ پارہ ۶ رکوع ۷)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:-

اس آیت کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں

(۱) نور سے مراد سیدنا محمد ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

(۲) نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔

(۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ یہ قول ضعیف ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۸۹ مطبوعہ دالفکر بیروت)

جس قول کو امام المفسرین ضعیف کہہ رہے ہیں وہابیوں کو وہی قول پسند آتا ہے کیونکہ ان کا ایمان ہی ضعیف ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:- نور سے مراد نور عظیم ہے جو تمام انوار کا نور ہے اور وہ نبی مختار ہیں ﷺ اور میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی ﷺ ہوں اور یہاں بھی صحت عطف کے لئے عنوان کا تغائر کافی ہوگا اور نبی ﷺ پر نور اور کتاب مبین دونوں کے اطلاق کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۶ ص ۹۷ بیروت) وہابی بغض رسول میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ انہیں صاحب روح المعانی کا یہ قول نظر نہیں آ رہا کہ ,نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی ﷺ ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب مرقات لکھتے ہیں:- نبی ﷺ پر نور کا اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت دیتے ہیں بعض مفسرین نے یہ کہا ہے نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے یہ دونوں قرآن کے وصف ہیں اور عطف کے لئے لفظی تغایر کافی ہے اس کے مقابلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے ﴿ وای مانع من ان یجعل النعتان للرسول ﷺ فانه نور عظیم لکمال ظهوره بين الانوار و كتاب مبين حيث انه جامع لجميع الاسرار ومظهر للاحكام والاحوال والاخبار۔﴾ کہ اس سے کیا چیز مانع ہے کہ یہ دونوں لفظ نبی ﷺ کی نعت اور صفت ہوں آپ نور عظیم ہیں کیونکہ انوار میں آپ ﷺ کا کامل ظہور ہے اور آپ کتاب مبین ہیں کیونکہ آپ ﷺ اسرار کے جامع ہیں اور احکام، احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے والے ہیں۔ (شرح شفا لقاضی عیاض ۱/۴۲)

علامہ اقبال کا عقیدہ: علامہ اقبال نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا وجودِ پاک صرف کتاب ہی نہیں بلکہ لوح وقلم بھی آپ ہی کا وجود پاک کا نام ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں:۔

(قد جاء کم من اللہِ نور)ھو نُورُ النبیﷺ)(و کتاب) قرآن (مبین)ظاھر

صاحب تفسیر صاوی نے اس کے تحت لکھا

(وسُمِّیَ نور لانہ نور البصائر ویھدیھا للرشاد ولانہ اصل کل نورحسی ومعنوی)

آپ ﷺ کو اس لئے نور فرمایا گیا ہے کیونکہ آپ آنکھوں کا نور ہیں اور ہدایت کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں اور آپ ﷺ ہر نور حسی ومعنوی کی اصل ہیں۔

علماء دیوبند کے شیخ الہند محمود الحسن کا ترجمہ قرآن میں بھی لکھا ہے کہ نور سے مراد حضور ﷺ ہیں۔

آیت نمبر۲:

﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرسَلنٰكَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَ دَاعِیًا اِلَی اللہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاظر ونا ظر اور خوشخبری دیتا اور ڈرسنا تا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔(پارہ ۲۲ رکوع ۳ سورۃ الاحزاب آیت 45-46)

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں:

آسمان کا سورج دل کی رات اور قبر کی رات کو دن نہیں بنا سکتا مدینہ منورہ کا سچا سورج وہاں بھی اُجالا بخشتا ہے۔(تفسیر نور العرفان)

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی ﷺ

حضور ﷺ کو اس آیت میں فرمایا گیا ﴿سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (چمکانے والے آفتاب) قرآن میں آفتاب کو بھی فرمایا گیا ہے ﴿سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا﴾ (سورۃ الفرقان ۶۱) اگر مراد سورج ہے تو آپ بھی آسمانِ ہدایت کے سورج ہیں کہ سورج سے سب روشن ہوتے ہیں وہ کسی سے روشن نہیں اسی طرح حضور ﷺ سے سب منور مگر حضور ﷺ کسی سے مستنیر نہیں اگر اس کے معنی چراغ کیے جائیں تو بھی بالکل درست ہے چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے حضور ﷺ سے تاریکی کفر وجہل دور ہوئی چراغ سے گمی ہوئی چیز تلاش کی جاتی ہے حضور ﷺ سے گمی ہوئی راہِ ہدایت ملی

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اُجالا تھا

چراغ گھر والے کے لئے رحمت ہے اور چور کے لئے زحمت اسی طرح حضور ﷺ مومن کے ایمان کے محافظ اور شیطان چور کو دفع فرمانے والے ،ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلالو مگر اس چراغ کے نور میں کمی نہیں اسی طرح حضور ﷺ کے نور سے سب منور مگر نور مصطفی ﷺ میں کمی نہیں

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

منیر اس لئے فرمایا گیا کہ چراغ کے نیچے اندھیرا ہوتا ہے مگر یہ چراغ اوپر نیچے ہر طرف روشنی دیتا ہے اور چراغ صرف ظاہر کو چمکاتے ہیں مگر یہ چراغ ظاہر و باطن دونوں کو اور چراغ ہوا سے گل ہو جاتے ہیں مگر اس چراغ محمدی کو جو بجھانا چاہے وہ خود بجھ جاتا ہے اور چراغ دن میں بیکار ہوتے ہیں مگر یہ چراغ ہمیشہ منور کرنے والا ہے۔(شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن ص ۱۷۹-۱۸۰)

آیت نمبر ۳:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے پڑے بُرا مانیں کافر۔

(سورہ الصف آیت 8 پارہ ۲۸ رکوع ۹)

یعنی حضور ﷺ کو اسلام کی تبلیغ میں ناکام کردیں معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ کا نور ہیں اس لئے اگلی آیت میں حضور ﷺ کا ذکر آرہا ہے گویا اگلی آیت اس آیت کی تفسیر ہے(هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ) شیخ علی قاری نے (موضوعات کبیر ۲۸) میں فرمایا: ان آیات میں نور اللہ سے مراد حضور ﷺ ہیں اس سے معلوم ہوا حضور ﷺ اللہ کا نور ہیں کسی کے بجھائے بجھ نہیں سکتا دیکھو چاند سورج اللہ نے روشن کئے انہیں کوئی بجھا نہیں سکتا نیز اس کی کوئی پیمائش نہیں کرسکتا جیسے سمندر کا پانی ۔(تفسیر نورالعرفان)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

امام الوہابیہ وحید الزمان صاحب اپنے ترجمہ قرآن وتفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:-کافر لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (قرآن یا اسلام یا محمد ﷺ) کو بجھادیں اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پورا کر کے رہے گا گو کافر بُرا مانیں۔

سعودیہ کا شائع کردہ وہابیوں کا ترجمہ قرآن جو ہر حاجی کو گفٹ دیا جاتا ہے اس کے (ص نمبر 1573) اسی آیت کے حاشیہ صلاح الدین یوسف نے لکھا کہ اللہ کے نور (قرآن یا اسلام یا محمد ﷺ یا دلائل وبراہین ہیں۔

نُوْرَ اللهِ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ مخالفین نے بھی تسلیم کرلیا ہے اسی لئے اہل سنت پڑھتے ہیں الصلاة و السلام عليك يارسول

اللہ وعلی آلك واصحابك یا نُوْرَ اللہِ جب قرآن میں نبی کریم ﷺ کو نُوْرَ اللہِ کہا گیا تو پھر وہابیوں کو اس درود شریف سے تکلیف نہیں ہونی چاہئے اگر ان کو زیادہ تکلیف ہو تو پھر ان کو انہی کا لکھا ہوا ترجمہ دکھا دو انشاء اللہ ٹھنڈ پڑ جائے گی جب وہ پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ جائیں تو ان کو امام اہل سنت کا یہ شعر سنا کر رخصت کر دو

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

آیت نمبر ۴:

﴿ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالا رْضِ ﴾

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا (مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ)

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ (اَلْمِصْبَاحُ فِی زُ جَاجَۃٍ) اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہے (اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ) وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا (یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ) روشن ہوتا ہے برکت والے درخت زیتون سے (لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ) جو نہ شرقی ہے نہ غربی (یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ) قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے (وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ) اگرچہ اُسے آگ نہ چھوئے (نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ) نور پر نور ہے (یَھْدِی اللہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ) اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہے۔ (سورہ نور آیت 35 پارہ ۱۸ رکوع ۱۱)

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زُجاجہ نور کا

تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

سعودیہ کا شائع کردہ مترجم قرآن از جونا گڑھی کے حاشیہ پر وہابی صلاح الدین نے لکھا:- یعنی اگر اللہ نہ ہوتا تو نہ آسمان میں نور ہوتا نہ زمین میں، نہ آسمان و زمین میں کسی کو ہدایت نصیب ہوتی پس وہ اللہ تعالی ہی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے اس کی کتاب نور ہے، اس کا رسول (بہ حثیت صفات) کے نور ہے یعنی ان دونوں کے ذریعے سے زندگی کی تاریکیوں میں رہنمائی اور روشنی حاصل کی جاتی ہے جس طرح چراغ اور بلب سے انسان روشنی حاصل کرتا ہے۔ (ص ۹۷۸) یعنی انہوں نے تسلیم کیا کہ حضور ﷺ صفات کے لحاظ سے نور ہیں ذات کے لحاظ سے نور نہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں: اللہ آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے وہ آسمانوں کو ملائکہ اور زمین کو انبیاء سے منور کرتا ہے۔ نور چونکہ ایک کیفیت حادثہ ہے اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالی پر محال ہے (وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ) اور اس نے اندھیریاں اور نور پیدا کیا۔ (سورہ الانعام آیت:۱) نور مخلوق ہے اور اللہ تعالی خالق نور ہے۔ (تفسیر کبیر)

امام الو ہابیہ وحید الزمان صاحب اپنے ترجمہ قرآن و تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (مشکاۃ) طاق سے آنحضرت ﷺ مراد ہیں (زجاجہ) شیشہ سے آپ ﷺ کا دل (مصباح) چراغ سے وہ نور الہی جو آپ ﷺ کے دل میں تھا اور

درخت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جو شرقی غربی نہ تھے یعنی یہودی نصرانی نہ تھے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔ **Allah is the Light of heavens and the earth.**

قَالَ کَعْبُ الْاَحْبَارِ وَابْنُ جُبَیْرٍ اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِی ھُنَا مُحَمَّدٌ ﷺ (مَثَلُ نُوْرِہٖ) اَیْ نُوْرُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَقَالَ سَہْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ : اَلْمَعْنٰی اَللّٰہُ ھَادِی اَھْلِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ مَثَلُ نُوْرِ مُحمدٍ اِذْ کَانَ مُسْتَوْدِعًا فِی الْاَصْلَابِ کَمِشْکٰوۃٍ صِفَتُھَا کَذَا وَاَرَادَ بِالْمِصْبَاحِ قَلْبُہٗ وَالزُّجَاجَۃِ صَدْرُہٗ اَیْ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْحِکْمَۃِ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُبَارَکَۃٍ : اَیْ مِنْ نُوْرِ ابراھیمَ علیہ السلام وقَوْلُہٗ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیءُ : اَیْ تَکَادُ نُبُوَّۃُ مُحمدٍ ﷺ تَبِیْنُ لِلنَّاسِ قَبْلَ کَلَامِہٖ کَھٰذَ الزَّیْتِ وَقَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقرآنِ نُوْرٌ اوسِرَاجًا مُّنِیْرًا اس کی تفسیر کے بارے میں حضرت کعب الاحبار اور ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

یہاں دوسرے لفظ نور سے مراد محمد ﷺ ہیں (مَثَلُ نُوْرِہٖ)(اس کے نور کی مثال) اس سے محمد ﷺ کے نور کی مثال مراد ہے:

سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ(اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ) کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا ہادی (ہدایت دینے والا) ہے پھر فرمایا کہ حضرت محمد ﷺ کا مبارک نور جب اصلاب میں تھا تو اس کی مثال طاق کی طرح تھی جس کی صفت ایسی ہی تھی اور (مصباح سے) آپ ﷺ کا قلب اطہر مراد ہے اور (زجاجہ) یعنی شیشہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک ہے (کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ) گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے کیونکہ اس کے اندر ایمان وحکمت کا خزانہ ہے شجر مبارک سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نور مراد ہے جس کی شجر مبارک سے مثال دی ہے (وَقَوْلُہٗ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیءُ) کا مطلب ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت (آثار نبوت) اُن کے کلام سے پہلے لوگوں پر ظاہر ہوگئے جیسا کہ یہ زیتون اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور کئی مواقع پر آپ ﷺ کو نور کہا ہے اور سراج منیر قرار دیا ہے فقال تعالیٰ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔(سورۃ المائدہ آیت ۱۵ پارہ ۶ رکوع ۷)(شفا شریف ۱/۱۷)

صاحب مرقات شیخ علی قاری فرماتے ہیں:- واما نورہ ﷺ فھو فی غایۃ من الظھور شرقا وغربا واول ما خلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نورا وفی دعائہ ﷺ اللھم اجعلنی نورا وفی التنزیل) آپ ﷺ کا نور مشرق ومغرب میں کمال ظہور پر ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنا نور پیدا فرمایا اور اپنی کتاب میں آپ ﷺ کو نور فرمایا اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی الٰہی مجھے نور کردے اور قرآن پاک میں ہے۔(چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے پڑے بُرا مانیں کافر۔(پارہ ۲۸ رکوع ۹) اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ فی قلب محمد ﷺ لکن ھذا النور لیس لہ الظھور الا فی عین اھل البصیرۃ (مَثَلُ نُوْرِہٖ) اللہ کے نور سے قلب محمد ﷺ کی نورانیت مراد ہے لیکن یہ نور صرف اہل بصیرت کو نظر آتا ہے دل کے اندھے اس نور کو دیکھنے سے محروم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِی فِی الصُّدُوْرِ) تو یہ کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے

ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(سورہ الحج آیہ ۴۶ پارہ ۱۷ رکوع ۱۳) (موضوعات کبیرص ۲۸۱)

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

وہابی کے ساتھ مکالمہ: ایک وہابی عالم سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم نبی کریم ﷺ کو نور کیوں نہیں مانتے؟ کہنے لگا کہ ہم نور اس لئے نہیں مانتے اگر نور مانیں تو بشریت کا انکار ہو جاتا ہے کیونکہ نور کی ضد بشر ہے تم جو نور مانتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم بشریت کے منکر ہو میں نے کہا ہم بشریت کے منکر نہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے جو مطلقا بشریت کا انکار کرے وہ کافر ہے لیکن ہم بے مثل بشریت کے قائل ہیں اس کے ساتھ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نور بھی مانتے ہیں اور بشر بھی، نور پہلے مانتے ہیں اور بشر بعد میں، بشریت کی ابتدا کب سے ہوئی، کہنے لگا حضرت آدم علیہ السلام سے، میں نے کہا نبی پاک ﷺ حضرت آدم سے بھی پہلے تھے جب تمام انسانوں کے باپ ہی نہیں تھے تو اس وقت حضور ﷺ کیا تھے؟ خاموش ہو گیا، میں نے کہا اس وقت حضور ﷺ نور تھے نبی تھے بلکہ ختم نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ کہنے لگا اس پر کیا دلیل ہے؟ میں نے یہ حدیث سنائی

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ إِنِّي عِنْدَ اللهِ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِ ذَلِكَ دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهُ وَرُؤْيَا أُمِّي الَّتِيْ رَأَتْ أَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ. ﴾ بیشک میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب میں خاتم النبیین (لکھا ہوا) تھا اور اس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے اور میں تم کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو سنائی تھی اور میں اپنی والدہ ماجدہ کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، ان سے ایک ایسا نور نکلا تھا جس سے اُن کے لئے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ احمد حدیث (۱۷۲۱۲) مشکوۃ حدیث ۵۷۵۹ کتاب الفضائل باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کب کے نبی ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ) جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (ترمذی کتاب المناقب حدیث 3542 مشکوۃ کتاب الفضائل 5758)

ان دونوں حدیثوں میں حضور کی اولیت کا بیان بھی ہے نور اور میلاد کا بیان بھی ہے۔

میں نے کہا کیا پتھر نور ہو سکتا ہے کہنے لگا نہیں میں نے کہا پتھر نور ہو سکتا ہے حدیث میں موجود ہے جب پتھر نور کی ضد نہیں ہو سکتا تو بشر نور کی ضد کیسے ہو گیا تمہیں کسی نے غلط سبق پڑھایا ہے۔ جب اس نے دلیل پوچھی تو میں نے یہ حدیث پڑھ دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرُّكْنَ وَالْمُقَامَ يَاقُوْتَتَانِ مِنْ يَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْ لَمْ يَطْمِسْ نُوْرَهُمَا لأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ،

رکن اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے چھپا دیا ہے اگر ان کا نور نہ چھپایا جاتا تو یہ مشرق و مغرب کے درمیان کو روشن کر دیتے۔ترمذی حدیث :804-۸۷۸ کتاب الحج باب ماجاء فی الصلاۃ فی الحجر،مشکوۃ حدیث :۲۵۷۹ کتاب المناسک باب دخول مکہ والطواف)

جب ایک پتھر کی نورانیت کا یہ عالم ہے کہ وہ مشرق و مغرب کو روشن کر سکتا ہے تو پھر نور مصطفیٰ ﷺ کا کیا کہنا کیونکہ پتھر ایک مخلوق ہے اور حضور ﷺ افضل المخلوق ہیں افسوس ہے اُن لوگوں پر جو پتھر کو نور مانتے ہیں لیکن نبی ﷺ کے نور کا انکار کرتے ہیں جو تمام انوار کا منبع اور سر چشمہ ہے اور جنہیں قرآن میں سراجا منیرا کہا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب نے حضور ﷺ کو خواب دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا: جَمَالِی مَسْتُورٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِنَ اللہِ عزوجل وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْا یُوْسُفَ

میرا جمال اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکار ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔(درثمین فی مبشرات النبی الامین)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

لَمْ یَظْھَرْ لَنَا تَمَامَ حُسْنِہٖ ﷺ لِاَنَّہٗ لَوْ ظَھَرَ لَنَا تَمَامَ حُسْنِہٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ ﷺ۔

حضور ﷺ کا پورا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ ﷺ کا پورا حسن و جمال ظاہر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔(زرقانی علی المواہب:۴/۷۱)

جب حُسن تھا اُن کا جلوہ نما انوار عالم کیا ہوگا
بن دیکھے فدا ہے ہر کوئی دیدار کا عالم کیا ہوگا
اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

جب میں نے یہ حدیث سنائی تو حیران رہ گیا لیکن پھر سوچ کر کہنے لگا پتھر اس لئے نور ہے کہ وہ جنت سے آیا ہے میں نے کہا جو جنت سے آئے وہ نور ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کہاں سے آئے تھے وہ بھی تو جنت سے آئے تھے انہیں نور مانتے ہوئے آپ کو درد کیوں ہوتا ہے۔پھر یہ بتا کہ جنت کس کے نور سے بنائی گئی ہے؟جنت نبی پاک ﷺ کے نور سے بنائی گئی ہے جنت کی اصل حضور ﷺ کا نور مبارک ہے۔حجر اسود،فرشتے چاند سورج ستارے یہ سب نور کیوں ہیں؟اس لئے کہ یہ سب نورِ مصطفیٰ سے بنائے گئے ہیں۔کہنے لگا ہمیں کسی نے اس انداز میں سمجھایا نہیں تھا۔

بہر حال آپ اس پر بھی کوئی دلیل دیدیں تو میں مان جاؤنگا۔ تو میں نے اس کو یہ حدیث سنائی۔

حدیث نور سے میلاد شریف کا ثبوت:

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: امام عبدالرزاق ان علماء میں سے ہیں جن کی حدیث معتبر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج6ص311)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام احمد بن صالح نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا: کیا آپ امام عبدالرزاق سے بڑھ کر حدیث جاننے والے کسی عالم کو جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ (تہذیب التہذیب ج6ص311میزان الاعتدال ج2ص614)

امام عبدالرزاق جو صحاح ستہ بالخصوص امام بخاری و مسلم کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری میں کم و بیش ۱۲۰ احادیث ان سے مروی ہیں وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالرزاق (متوفی ۲۱۱ھ) معمر سے، وہ ابن منکدر سے، وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ ﴿سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنْ اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللهُ تعالى فَقَالَ﴾ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی چیز پیدا فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿هُوَ نُوْرُ نَبِيِّكَ يا جابرُ خَلَقَهُ اللهُ ثُمَّ خَلَقَ فِيْهِ كُلَّ خَيْرٍ وَخَلَقَ بَعْدَهُ كُلَّ شَيْءٍ وَحِيْنَ خَلَقَهُ اَقَامَهُ قُدَّامَهُ مِنْ مَقَامِ الْقُرْبِ اِثْنَىْ عَشَرَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ اے جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرما کر اس میں ہر خیر پیدا فرمائی، اور ہر شے اس کے بعد پیدا فرمائی اور جب اس نور کو پیدا فرمایا تو اسے بارہ ہزار سال تک مقام قرب میں اپنے سامنے رکھا۔

پھر اس کے چار حصے کئے، ایک حصے سے عرش و کرسی، دوسرے سے حاملین عرش، اور خازنین کرسی پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصے کو مقام محبت پر بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اسے چار میں تقسیم کیا ایک سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے جنت بنائی، پھر چوتھے کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اس کے چار اجزاء کئے ایک جزء سے فرشتے، دوسرے سے سورج، تیسرے سے چاند اور ستارے بنائے۔ پھر چوتھے جزء کو مقام رجاء پر بارہ ہزار سال قائم رکھا۔

پھر اس کے چار اجزاء کئے ایک سے عقل، دوسرے سے علم و حکمت تیسرے سے عصمت و توفیق بنائی پھر چوتھے کو بارہ ہزار سال مقام حیا پر رکھا۔

(مقام قرب میں بارہ ہزار سال، مقام حب میں بارہ ہزار سال، مقام خوف میں بارہ ہزار سال، مقام رجاء (امید) میں بارہ ہزار سال، مقام حیا میں بارہ ہزار سال کل ساٹھ ہزار سال ہوئے) ثُمَّ نَظَرَ اللهُ عزوجل اِلَيْهِ فَتَرَشَّحَ النُّوْرُ عَرَقًا فَقَطَرَ مِنْهُ مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفُ قَطْرَةٍ مِنْ نُوْرٍ فَخَلَقَ اللهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ رُوْحَ نَبِيٍّ اَوْ رُوْحَ رَسُوْلٍ ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نظر کرم فرمائی تو اس نور کو پسینہ آیا، جس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے جھڑے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قطرے سے نبی یا رسول کی روح پیدا فرمائی۔ ﴿ ثُمَّ تَنَفَّسَتْ اَرْوَاحُ الا نْبِيَاءِ فَخَلَقَ اللهُ مِنْ اَنْفَاسِهِمُ الا ولياءَ وَالشُّهَدَاءَ وَ السُّعَدَاءَ وَالْمُطِيْعِيْنَ اِلَى يَوْ مَ الْقِيَامَةِ ﴾ پھر ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سانسوں سے تا قیامت اولیاء، شہداء، سعادت مندوں اور فرمانبرداروں کو پیدا فرمایا۔ ﴿ فَالْعَرْشُ والكرسيُّ مِنْ نُوْرِيْ وَالْكَرُوْبِيُّوْنَ

مِنْ نُوْرِی وَالرُّوْحَانِیُّوْنَ مِنْ نُوْرِی، وَالْجَنَّةُ وَمَا فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنْ نُوْرِی وَمَلَائِکَةُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ مِنْ نُوْرِی وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالْکَوَاکِبُ مِنْ نُوْرِی، وَالْعَقْلُ وَالتَّوْفِیقُ مِنْ نُوْرِی وَاَرْوَاحُ الرُّسُلِ وَالاَنْبِیَاءِ مِنْ نُوْرِی وَالشُّهَدَاءُ وَ السُّعَدَاءُ وَالصَّالِحُوْنَ مِنْ نَتَاجِ نُوْرِی

پس عرش وکرسی میرے نور سے، کروبیان اور رُوحانیون میرے نور سے، فرشتے میرے نور سے، جنت اور اس کی تمام نعمتیں میرے نور سے، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے، سورج چاند اور ستارے میرے نور سے عقل وتوفیق میرے نور سے، شہداء، سعادت مند اور صالحین میرے نور کے فیض سے ہیں۔

﴿ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰهُ اِثْنَیْ عَشَرَ اَلْفَ حِجَابٍ فَاَقَامَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَهُوَ الْجُزْءُ الرَّابِعُ فِی کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ وَهِیَ مَقَامَاتُ الْعُبُوْدِیَّةِ وَالسَّکِیْنَةِ وَ الصَّبْرِ وَالصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ فَغَمَسَ اللّٰهُ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِی کُلِّ حِجَابٍ اَلْفَ سَنَةٍ﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار پردے پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے نور کے چوتھے جزء کو ہر پردہ میں ہزار سال رکھا، اور یہ مقامات عبودیت، سکینہ، صبر اور صدق ویقین تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ہزار سال تک اس پردہ میں غوطہ زن رکھا۔ ﴿ فَلَمَّا اَخْرَجَ اللّٰهُ النُّوْرَ مِنَ الْحُجُبِ رَکَّبَهُ اللّٰهُ فِی الارضِ فَکَانَ یُضِیْءُ مِنْهَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ کَالسِّرَاجِ فِی اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ ﴾ جب اسے ان پردوں سے نکالا اور اسے زمین پر متمکن کیا تو اس سے مشرق ومغرب یوں روشن ہوئے جیسے تاریک رات میں چراغ۔ (ساٹھ اور بارہ یعنی کل بہتر ہزار سال کے بعد ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی یعنی بشریت کی ابتداء نور مصطفی ﷺ کے بہتر ہزار سال بعد ہو رہی ہے بشر بشر کی رٹ لگانے والوں سے پوچھو، بشریت کی ابتداء سے بارہ ہزار سال پہلے حضور ﷺ کیا تھے؟ نور)

﴿ ثُمَّ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ مِنَ الارْضِ فَرَکَّبَ فِیْهِ النُّوْرَ فِی جَبِیْنِهِ ثُمَّ انْتَقَلَ مِنْهُ اِلَی شِیْثٍ وَکَانَ یَنْتَقِلُ مِنْ طَاهِرٍ اِلَی طَیِّبٍ وَمِنْ طَیِّبٍ اِلَی طَاهِرٍ اِلَی اَنْ اَوْصَلَهُ اللّٰهُ صُلْبَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ اِلَی رِحْمِ اُمِّیْ آمِنَةَ بِنْتِ وَ هْبٍ ثُمَّ اَخْرَجَنِی اِلَی الدُّنْیَا فَجَعَلَنِی سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ ﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا تو ان کی پیشانی میں نور رکھا، پھر اسے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل کیا پھر وہ طاہر سے طیب اور طیب سے طاہر کی طرف منتقل ہوتا ہوا حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور حضرت آمنہ بنت وہب کے شکم میں آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں پیدا فرما کر رسولوں کا سردار، آخری نبی، رحمۃ للعالمین اور روشن اعضاء والوں کا قائد بنایا۔ اے جابر! یوں تیرے نبی کی تخلیق کی ابتداء ہوئی۔ (الجزء المفقود من مصنف عبدالرزاق حدیث ۱۸)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں۔ اس حدیث پاک سے نور مصطفی ﷺ کی اولیت بھی ثابت ہوگئی اور میلاد مصطفی بھی ثابت ہو گیا اگر حضور ﷺ بشر نہ ہوتے تو آپ کا میلاد نہ ہوتا اور نور نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے نہ ہوتے کیونکہ بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہو رہی ہے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تو کوئی بشر نہیں تھا حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بارہ

ہزار سال پہلے نور تھے۔ اگر کوئی اس حدیث کو ضعیف ثابت کر دے تو اسے ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

اس حدیث سے نبی پاک ﷺ کا میلاد بھی ثابت ہو گیا اور نور مصطفیٰ ﷺ بھی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جسے سب سے پہلے پیدا فرمایا وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ پیدائش کا ذکر کرنے کا نام ہی میلاد ہے اور پھر حدیث کے آخری حصے میں بالخصوص میلاد کا ذکر فرمایا جس سے ثابت ہو گیا میلاد بیان کرنے کی فرمائش کرنا سنت صحابہ اور میلاد بیان کرنا سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اور ہم سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت صحابہ کو زندہ کر کے ثابت کر رہے ہیں کہ اصلی اہل سنت ہم ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ اور ہم میلاد منا کر رب کی توحید کا اعلان کر رہے ہیں کہ میلاد منانا شرک نہیں بلکہ رد شرک ہے کیونکہ خدا پیدا ہونے سے پاک ہے اس کی شان ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ﴾ ہے اور ہمارے آقا پیدا ہوئے ہیں۔ خدا نے آپ ﷺ کو بڑی عظمتیں فضیلتیں عطا فرمائی ہیں لیکن آپ نہ خدا ہیں نہ خدا کے شریک ہیں بلکہ اللہ کے حبیب ہیں ﷺ

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
آخر رضا ختم سخن اس پہ کردیا
خالق کا بندہ خلق کا مولیٰ کہوں تجھے

اس حدیث سے نورانیت مصطفیٰ روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جتنی نورانی چیزیں ہیں چاند سورج ستارے فرشتے جنت وغیرہ سب نور مصطفیٰ کے فیض سے ہیں اگر ان کو نور مانتے ہو تو جن سے یہ نور بنے ہیں ان کی نورانیت کا کیوں انکار کرتے ہو ہمارا عقیدہ تو ہے۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے حسن و جمال والے اور اے تمام انسانوں کے سردار آپ کے چمکتے دمکتے چہرے سے چاند بھی نور حاصل کرتا ہے۔

آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا ناممکن ہے مختصر بات یہ ہے کہ خدا کے بعد بزرگ ترین ہستی آپ ہیں یعنی آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

وہابیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب:۔ سعودیہ کا شائع کردہ وہابی ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں صلاح الدین یوسف لکھتا ہے۔ خانہ ساز عقیدہ کے اثبات کے لئے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ یہ حدیث کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا

فرمایا: وہابی محدث البانی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت جابر والی حدیث نور باطل ہے۔ (ص 292)

جواب: وہابی علم حدیث سے بالکل جاہل ہیں انہیں علم حدیث کی ہوا بھی نہیں لگی یا جان بوجھ کر جاہل بنتے ہیں اور بغض رسول کی وجہ سے حدیث کا انکار کرتے ہیں حضرت جابر والی حدیث نور امام بخاری کے استاذ امام عبدالرزاق کے مجموعہ احادیث ,,مصنف عبدالرزاق،، میں موجود ہے۔ لیکن دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتی کیونکہ یہ منکر حدیث ہیں

وہ حبیب پیار تو عمر کرے فیض وجود ہی سربسر

ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

اور حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں ایک راوی بھی ضعیف نہیں اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہوتا تو کوئی بات نہ تھی کہ یہ فضائل ہیں احکام نہیں ہیں۔ وہابی مولوی عبدالغفور اثری نے لکھا ہے ,,علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی نے الاذکار میں لکھا ہے کہ علماء محدثین کرام وفقہاء عظام نے فرمایا: جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔ (احسن الکلام ص ۴۴) وہابیوں کے نزدیک ضعیف حدیث بھی فضائل میں معتبر ہے اب جو صحیح حدیث کا انکار کرے وہ اہل حدیث ہے یا منکر حدیث فیصلہ آپ پہ چھوڑتا ہوں۔

پوری دنیائے وہابیت کو چیلنج: صحیح حدیث رسول کو باطل کہنے والے صلاح الدین یوسف ناصر الدین البانی اور تمام منکرین حدیث کو چیلنج ہے اگر کوئی وہابی اس حدیث کو ضعیف ثابت کردے تو ایک لاکھ روپیہ حاصل کرسکتا ہے۔ کلک رضا خنجر خونخوار برق بار ☆ اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

قلم سے کیا مراد ہے: مفتی احمد یار خاں صاحب اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ یہ اولیت اضافی ہے یعنی عرش، پانی، ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا، وہاں اولیت حقیقی مراد ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ ہی قلم ہے اس صورت میں یہاں اولیت حقیقی ہے۔ (مرا ۱ج-107)

علامہ اقبال کا عقیدہ: علامہ اقبال نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ کا وجود پاک صرف کتاب ہی نہیں بلکہ لوح وقلم بھی آپ ہی کا وجود پاک ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

گھر کی گواہی: امام الوہابیہ نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے خلق کی ابتداء نور محمدی سے کی پھر عرش کو پیدا کیا پھر پانی

کو پھر ہوا کو پھر دوات کو پھر قلم اور لوح کو پیدا کیا پھر عقل کو، آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی پیدائش کا مادہ اولی نور محمدی ہے۔

پھر حاشیہ میں لکھا: ﴿ اولُ ما خَلَقَ اللهُ القلمَ او العقل ﴾ اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۵۶) اب لگاؤ فتوی اپنے امام پر کیا لگاتے ہو یہ سب فتوے ہم غریبوں کے لئے ہیں کم از کم اپنی کتابیں تو پڑھ لیا کرو پھر زبان کھولا کرو۔ تا کہ رسوائی نہ ہو۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
ذرا اپنا بیگانہ پہچان کر
بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے
گر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

کیا نور بشریت کی ضد ہے: وہابیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ جو نور ہو وہ بشر نہیں ہو سکتا اور جو بشر ہو وہ نور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم نور نہیں مانتے کیونکہ اس سے بشریت کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بریلوی نور مانتے ہیں لہذا وہ بشریت کے منکر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نور اور بشریت میں کوئی منافات نہیں اور نور بشریت کی ضد نہیں ہے۔ تمہارے پاس کیا دلیل ہے ،، کہ نور کا متضاد بشر ہے ،، لاؤ ہم بھی دیکھیں قرآن کی ایک آیت پڑھ دو یا ایک حدیث پڑھ دو یا لغت سے دکھا دو ،، کہ نور کا متضاد بشر ہے ،، ایک لاکھ روپیہ انعام کے حقدار بن جاؤ گے۔ انشاء اللہ روز قیامت تک ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکتے۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جب تمہارے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے تو کس بات پر جھگڑ رہے ہو۔ لوگوں کو بیوقوف کیوں بنا رہے ہو ایک دلیل دے دو بات ختم

اس سادگی پہ کون مر نہ جائے لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

آ میں تم کو بتاؤں کہ تقدیر امم کیا ہے۔ نور کا متضاد بشر نہیں ہے بلکہ تاریکی ہے۔ جو نور ہوتا ہے وہ تاریک نہیں ہوتا اور جو تاریک ہوتا ہے وہ نور نہیں ہوتا حضور ﷺ کو نور ماننے سے بشریت کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضور ﷺ نور ہیں یعنی تاریک نہیں ہیں آپ ﷺ ایسے سراج منیر ہیں کہ سارے جہان کو چمکا رہے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

اور بشریت کا متضاد نور نہیں بلکہ ,, جن ،، ہے کیونکہ بشر کا مطلب ہے ظاہر الجلد دکھائی دینے والی چیز، اور ,, جن ،، کہتے ہیں چھپی ہوئی چیز

کیونکہ جن ہماری نگاہوں پوشیدہ ہیں اسی لئے ڈھال کو ,,مجنہ،، کہتے ہیں کہ اس میں انسان چھپ جاتا ہےاور دشمن کے وار سے محفوظ ہو جاتا ہے جنت کو بھی اسی لئے جنت کہتے ہیں کہ وہ ہم سے غائب ہے۔

قرآن کی گواہی کہ نور کا متضاد تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:ا

﴿اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ اللہ والی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔(البقرہ آیت:257 پارہ:۳)

آیت:۲﴿وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ اللہ انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔(سورۃ المائدۃ آیت 16 پارہ 6)

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔یعنی نور کا متضاد تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:۳﴿ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری کہ تم لوگوں کو اندھیریوں سے نور کی طرف نکالو۔(سورہ ابراہیم آیت ۱ پارہ ۱۳) آیت:۴﴿ ولَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوْسَى بِاٰيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ﴾ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیریوں سے نور میں لا۔ (سورہ ابراہیم آیت ۵ پارہ ۱۳)

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ اللہ کے پاک پیغمبر رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔یعنی نور کے مقابلہ میں تاریکی ہے بشریت نہیں ہے۔

آیت:۵﴿ فلما اضاء ت ......﴾(سورہ البقرہ آیت ۱۷ پارہ ۱) آیت:۶﴿ الحمد لله الذى .. ....﴾(سورہ الانعام آیت:۱ پارہ:۷)

آیت:۷﴿او من كان ميتا ......﴾(سورہ الانعام آیت:۱۲۲ پارہ:۸) آیت:۸﴿هو الذى يصلى عليكم......﴾(سورہ الاحزاب آیت:۴۳ پارہ:۲۲)

آیت:۹﴿هو الذى ينزل على عبده ......﴾(سورہ الحدید آیت:۹ پارہ:۲۷) آیت:۱۰﴿رسولا يتلوا عليكم ......﴾(سورہ الطلاق آیت:۱۱ پارہ:۲۸)

آیت:۱۱﴿أَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمَاتُ و النُّوْرُ ....﴾(سورہ الرعد آیت:۱۶ پارہ:۱۳)

آیت:۱۲﴿وما يَسْتَوِى الاعمى والبصيرُ ☆ ولَاالظُّلُمَاتُ ولا النُّوْرُ .....﴾(سورہ فاطر آیت:21-20 پارہ:22)

بارہ ربیع الاول کی نسبت سے بارہ آیات کریمہ پیش کی ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ نور کی ضد بشریت نہیں ہے بلکہ تاریکی ہے۔جب نور اور بشر میں کوئی تضاد ہی نہیں تو حضور کو نور ماننے سے کونسی چیز سے مانع ہے یا نور ماننا کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے ہمیں بتایا جائے۔اللہ حق قبول کرنے اور عظمتِ مصطفیٰ کو تسلیم کرنے کی توفیق عطائے فرمائے آمین۔ ....(جاری ہے)

......☆☆☆...

''کس شان سے تشریف لائے''

......﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ۔ جب میرے لخت جگر کی ولادت باسعادت ہوئی، ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور جسم مبارک پر تیل ملا ہوا تھا۔ آپ سے خوشبو آرہی تھی اور آپ ختنہ شدہ تھے۔ آپ نے آتے ہی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ کیا، اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اٹھالئے ۔ چہرۂ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اٹھا کر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ لیا جو جنت سے لایا گیا تھا۔ پھر (انہیں نے) آپ کو اٹھا کر زمین کے مشارق ومغارب کا چکر لگایا۔

نیز حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک منادی کو پکارتے سنا (محبوب مکرم ﷺ) کو دیکھنے والوں کی نظر سے پوشیدہ رکھو۔ (مولد العروس ص ۲۸) ذرا اس سے پہلے کا منظر بھی انہیں کی زبانی سن لیجئے

(یہ ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ تھی) اور شب دوشنبہ تھی کہ مجھ پر ایک رعب سا چھا گیا تو میں اپنے حال پر اور اس تنہائی پر روئی۔ اسی دوران دیوار شق ہوئی ۔ اس میں سے تین (دراز قامت) خواتین برآمد ہوئیں گویا کہ کھجور کے لمبے درخت ہوں، سفید چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔ عبدمناف کی صاحبزادیوں سے ملتی تھیں ۔ انہوں نے نہایت ہی فصیح زبان اور شیریں لہجے میں مجھے سلام کیا اور بولیں ''ہم سے خوف و حزن محسوس نہ کیجئے گا'' میں نے ان سے پوچھا '' آپ کون ہیں'' جواب دیا ''حوا، آسیہ اور مریم بنت عمران'۔ ان کے بعد دس عورتیں مزید آگئیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بولیں ''ہم حورعین میں سے ہیں۔ سید المرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر (دائی کے طور پر) حاضر ہوئی ہیں۔

ذرا آگے فرماتی ہیں۔

> ''(اس مبارک موقع پر) اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے پردے اٹھادئے اور میں نے زمین کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ میں نے تین جھنڈے بھی ملاحظہ کئے ۔ ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر نصب تھا۔''

یہ روایت بھی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ آپ فرماتی ہیں

> ''میں نے کسی کہنے والے کو (یوں کہتے) سنا۔ محمد ﷺ کو صفات آدم، مولد شیث (دوسری روایات میں یہاں مولد کی بجائے 'معرفت' ہے مثلاً مدارج النبوت کی روایت) ، شجاعت نوح، حلم ابراہیم، لسان اسمٰعیل، رضائے اسحٰق، فصاحت صالح، رفعتِ ادریس، حکمتِ لقمان، بشارتِ یعقوب، جمال یوسف، صبر ایوب، قوتِ موسیٰ، تسبیح یونس، جہاد یوشع، نغمۂ داؤد، ہیبتِ سلیمان، حب دانیال، وقارالیاس، عصمتِ یحییٰ، قبولِ زکریا، زہدِ عیسیٰ اور علم خضر علیہم السلام عطا کردو اور انہیں نبیوں اور رسولوں کے اخلاق میں غوطہ دو کیونکہ یہ اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ میں نے بادل کے ایک ٹکڑے کو آگے آتے دیکھا۔ کوئی کہہ رہا تھا محمد ﷺ نے فتح ونصرت اور بیت اللہ کی کنجیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ نیز میں نے ایک فرشتے کو دیکھا جس نے آگے آکر آپ کے کان میں کوئی بات کی ۔ پھر آپ کا بوسہ لیا اور بولا

ابشر حبيبي محمد فانک سید ولد ادم اجمعین بک ختم الله الرسل فما بقی علم فی الاولین و الأخرین الا اوتیته .

ترجمہ: اے میرے حبیب محمد آپ کو بشارت ہو کہ یقیناً آپ سب اولادِ آدم کے سردار ہیں آپ پر ہی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ختم کیا اور اولین و آخرین کا کوئی علم نہیں جو آپ کو نہیں ملا۔ (مولد العروس صفحہ ۲۹،۳۰)

اب آیئے چند اشعار بھی ملاحظہ فرمایئے (جنہیں محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے میلاد کے طور پر پیش کیا۔ ہاں ہاں صرف چند اشعار سب نہیں)

ولد الحبیب وخده متورد — و النور من و جناته یتوقد

ھذا کحیل الطرف ھذا المصطفیٰ — ھذا جمیل الوجہ ھذا الاوحد

ھذا جمیل النعت ھذا المرتضیٰ — ھذا حبیب اللہ ھذا السید

یالیت طول الدھر عندی ذکرہ — یا لیت طول الدھر عندی مولد

صلی علیک اللہ یامن اسمہ — بین البریۃ احمد محمد

﴿ترجمہ﴾

(۱) حبیب کریم ﷺ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے رخسار گلاب کی طرح تھے اور (آپ اس انداز میں جلوہ گر ہوئے کہ) مبارک ہونٹوں سے نور چمک رہا ہے۔

(۲) یہ ہیں سرگیں آنکھ والے، یہ ہیں مصطفیٰ، یہ خوبصورت چہرے والے ہیں اور یہ یکتا ہیں۔

(۳) یہ ہیں عمدہ صفت والے، یہ ہیں مرتضیٰ، یہ ہیں اللہ کے حبیب اور یہی (کونین کے) سردار ہیں۔

(۴) اے کاش! جب تک زمانہ موجود رہے میرے سامنے آپ کا ذکر خیر ہی ہوتا رہے اور اے کاش! جب تک زمانہ قائم رہے، میرے سامنے آپ کا میلاد شریف ہی پڑھا جائے۔

(۵) اے وہ ذاتِ پاک جن کے نام ساری کائنات میں احمد اور محمد ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ درود و سلام بھیجتا رہے۔

ولادت باسعادت کے عالمگیر اثرات: اکثر سیرت نگار خصوصاً ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''اسی (میلاد) کی رات (آتشکدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا۔ کسریٰ (شاہِ ایران) کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے بکھر گئے۔ جن میں سے چودہ (زمین پر) آپڑے۔ بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا۔ جادو اور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی۔ آسمان پر پہرہ لگ گیا اور شیطان کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے) دنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے۔ صرف حضور اکرم ﷺ (کے میلاد شریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی الٹا ہوگیا (مولد العروس ص ۳۰)

اسی کتاب کی ایک ابتدائی عبارت ملاحظہ ہو۔

والاخبار به اخبرت، والکھان به اعلنت والجن برسالته امنت والایات باسمه نطقت و نار فارس من نوره احمدت و الاسرة بملو کھا تذللت و التیجان من رئوس اربابھا تساقطت وبحیرة طبریا عند ظھوره و قفت و کم من عین نبعت و فارت (مولد العروس)

ترجمہ: بڑے بڑے علماء نے آپ کی ولادت کی خبر دی۔ کاہنوں نے آپ کے ظہور کا اعلان کیا۔ جن آپ کی رسالت پر ایمان

لائے، آیات وعلامات نے آپ کے نام نامی پر شہادت دی۔ فارس کی آگ آپ کے نور سے بجھ گئی، تخت اپنے بادشاہوں سمیت کانپنے لگے، تاجداروں کے سروں سے تاج گر پڑے۔ بحیرہ طبریا آپ کی تشریف آوری پر ٹھہر گیا (یعنی خشک ہوگیا) اور کتنے ہی (نئے) چشمے جاری اور موجزن ہوگئے۔

یہ چند اشعار بھی علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک طویل میلاد نامے کا حصہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے

صُبْحُ الْهُدٰی مَلَاءَ الْوُجُوْدَ سُرُوْرًا
لَمَّا بَدَا وَجْهُ الْحَبِیْبِ مُنِیْرًا
وَتَرَنَّمَ الْاَطْیَارُ عِنْدَ ظُهُوْرِهٖ
فَرْحًا وَمَالَ الْغُصْنُ مِنْهُ بُدُوْرًا
وَاَتَی النَّسِیْمُ مُبَشِّرًا وَّمُعَطِّرًا
بِقُدُوْمِ اَحْمَدَ فِی الْاَنَامِ نَذِیْرًا
وَتَسَاقَطَ الْاَصْنَامُ عِنْدَ مِلَادِهٖ
وَتَصَعَّدَ الْكُهَّانُ مِنْهُ زَفِیْرًا

﴿ترجمہ﴾

(۱) صبح جب حبیب کریم ﷺ کا چہرۂ روشن جلوہ گر ہوا تو صبح ہدایت نے ساری کائنات کو سرور سے بھر دیا۔

(۲) حضور پرنور ﷺ کے ظہور کے وقت پرندوں نے خوشی سے گیت گائے اور شاخیں (ادب واحترام کی بناپر) تھلیاں بن کر (یعنی بارآور ہوکر) جھک گئیں۔

(۳) اور حضور ﷺ جو ساری کائنات کے لئے نذیر ہیں، کی تشریف آوری کی خبر دیتی ہوئی اور خوشبوئیں پھیلاتی ہوئی بادِ نسیم چلی۔

(۴) حضور ﷺ کے میلاد شریف کے وقت تمام بت بری طرح گر پڑے اور کاہن گویا چیخ چیخ کر رہ گئے۔

عالمِ بالا میں جشنِ میلاد:

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"جب حضور پرنور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، فرشتوں نے آہستہ اور اونچی آواز سے (اس کا) اعلان کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام بشارت لائے اور عرش خوشی سے جھوم اٹھا۔ حورعین اپنے محلات سے نکل آئیں اور عطر نچھاور کرنے لگیں۔ رضوان (داروغہ جنت) کو حکم دیا گیا فردوس اعلیٰ آراستہ کرو اور محل سے پردہ اٹھا دو۔ نیز (سیدہ) آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جنتِ عدن سے پرندے بھیج دو جو اپنی چونچوں کے ذریعے موتی بکھیریں۔ جو حضرت سیدہ آمنہ کے اردگرد فرشتے کھڑے ہوگئے اور انہوں نے پَر خوب پھیلائے۔ نیز تسبیح وتہلیل کرنے والے فرشتے اس کثرت سے اترے کہ تمام بحروبر اور نشیب وفراز بھر گئے"۔ (مولد العروس ص ۶)

ساتوں آسمانوں کے فرشتے آپ کی ولادت پر ایک دوسرے کو بشارتیں دے رہے تھے اور آسمان پر آپ کی عظمت کی وجہ سے پہرے بٹھا دیئے گئے اور آپ ہی کی تعظیم کے طور پر چوری چھپے سننے کی کوشش کرنے والے شیاطین کو شہاب ثاقب سے مارا گیا۔ (اس موقع پر سب خوش تھے مگر) ابلیس چیخ رہا تھا اور اپنی ہلاکت وتباہی پر واویلا کر رہا تھا۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں

قال : فضجت الملئكة بالتسبيح و التهليل و التكبير للملک الجليل وفتحت ابواب الجنان وغلقت ابواب النيران فرحاً بولادة سيد الاكوان سيد نا محمد۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح تہلیل اور تکبیر کا شور بلند کیا، جنت کے دروازے کھول دیے، دوزخ کے دروازے بند کردئے گئے اور یہ سب کچھ حضور سرور کائنات سیدنا ومولانا حضرت محمد ﷺ کے میلاد شریف کی خوشی میں ہوا۔ (مولد العروس)

واقعاتِ میلاد کی حکمتیں:

پہلی حکمت تو یہ ہے کہ رب کریم اپنے محبوبوں کی طے شدہ آئندہ عظمتوں کا تعارف ولادت سے پہلے خوابوں یا پیشگوئیوں سے بھی کراتا ہے۔ اور پھران کی ولادت باسعادت سے تعلق رکھنے والے مخصوص واقعات سے بھیجا جیسا کہ نمرود اور فرعون کے خواب اور کاہنوں وغیرہ کی تعبیریں جو گویا پیشگوئیوں کا درجہ رکھتی تھیں، ان کی عظمت کا اعلان کرتی ہیں اور پھران کی ولادت کو روکنے کیلئے سارے حکومتی ذرائع استعمال کرنے کے باوجود ان کا رونق افروز عرصہ گیتی ہونا بھی ان کی غیر معمولی عظمتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص تعصب وجمود کی پٹی آنکھوں سے اتار کر محبوبانِ خدا کی ولادت کے واقعات پر ہی غور کرلے تو بھی حق شناسی میں کوئی دقت نہیں رہتی۔ بعثت سے نبوت ورسالت کا دعویٰ نبی ورسول خود کرتے ہیں اور بعثت سے پہلے کی سیرت اس دعویٰ کی ناقابلِ تردید دلیل ہوتی ہے۔ خصوصاً جو خوارق ان کی ولادت ورضاعت اور قبل از بعثت سارے دورِ حیات سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا انکار آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے انہیں معجزات کی بجائے ارہاصات (زبدۃ المخالفین، قدوۃ المنکرین حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ایات النبوة و براهينها تكون فى حيات الرسول و قبل مولده و بعد مماته کی نشانیاں اور دلیلیں رسول کی حیات ظاہری اور اس کی ولادت سے پہلے اور وصال کے بعد رونما ہوتی ہیں' الجواب الصحیح جلد۴ صفحہ ۲۴۹) کہا جاتا ہے۔

یہ بھی معجزات کی طرح خوارق عادات ہوتے ہیں۔ مگر ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں ارہاصات کہا جاتا ہے۔ کیونکہ نبی کی شخصیت اور عظمت نبوت پر غور کرنے کے لئے یہ "بنیاد" کا کام دیتے ہیں۔ ولادت وغیرہ کے وقت کے ارہاصات، گویا نبوت کی پہچان کی طرح اور بعد کی معجزاتی قوتوں کی بنیاد ہوتے ہیں۔ لہٰذا میلاد شریف کے واقعات بھی سیرت کا اہم عنوان اور باب ہیں۔ مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں۔ ولادت سے قبل ولادت کے بعد اور نبوت یعنی بعثت سے قبل، تیسرا نبوت وبعثت کے بعد (ترجمان السنہ جلد۴)

بعثت کے بعد کے معجزات کو نمرود وفرعون اور ان کے ساتھی جادو کہہ کر اپنے دل کو بہلا لیتے تھے۔ مگر ولادت کے ارہاصات کو جادو قرار دینا ناممکن ہے۔ یہ تو قدرت خداوندی جو ہمیشہ نبی کی پشت پناہی کرتی ہے، کی روشن دلیل ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خدا کے حکم سے جب فرعون کے دربار میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں تو وہ بدبخت ید بیضا اور عصائے موسوی کی کرشمہ سازیوں کو" جادو" کے تماشے قرار دیتا ہے۔ اگر وہ آپ کی ولادت باسعادت کے واقعات کو یاد کر کے فیصلہ کرتا تو قطعاً جادوگر کہنے کی جرات نہ کرتا۔ پہلے تو اسے خواب میں جادوگر کی نہیں نبی کی آمد سے مطلع کیا گیا تھا۔ کیونکہ بتانے والوں نے بھی تعبیر کے طور پر یہ نہیں کہا تھا کہ ایک جادوگر پیدا ہونیوالا ہے۔ بلکہ یہی کہا گیا تھا۔ ایک نبی تشریف لا رہا ہے۔ پھر نبی جس شان سے تشریف لایا وہی اس (فرعون) کے دعویٰ خدائی کے بطلان کیلئے کافی تھا۔ ایک تو اس کے لئے خدائی کا دعویٰ کر کے بھی دوسروں سے تعبیر پوچھنے کا محتاج ہے۔ ہاں ہاں وہ کیسا خدا ہے جو سوتا بھی ہے اور خواب بھی دیکھتا ہے اور پھر اس کی تعبیر بھی خود نہیں جانتا اور جب اسے تعبیر بتادی جاتی ہے۔ تو اسے آنے والے کا علم نہیں کہ کون ہے؟ کس کے گھر اور کب پیدا ہو رہا ہے؟ علم نہ ہونے کی بنا پر بے گناہوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ یعنی بزعم خویش خدا ہو کر رحم سے خالی ہے۔ اس ساری اور بیہودہ کوشش کے باوجود جسے آنا تھا آکر رہتا ہے اور

پھر اسی مردود کے گھر میں اپنی ماں کے دودھ سے پرورش پاتا ہے۔ گویا یقیناً فرعون میں خدا ہونے کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہے اس میں سے ایک بھی نہیں (اور نہ ہو سکتا ہے) نہ سونے سے پاک ہونا، نہ ہر چیز کو جاننا، نہ سب کچھ کر سکنا، نہ رحیم و کریم ہونا اور اس کے برعکس جس خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا اس کا سچا خدا ہونا موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایک واقعہ ولادت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

گویا خدا تو خدا ہے اس کا بندہ موسیٰ علیہ السلام بھی اس شان وعظمت اور قوت وقدرت سے آراستہ ہو کر آیا ہے کہ فرعون کی ساری نام نہاد خدائی طاقتیں اس کے سامنے پر کاہ کی حیثیت رکھتیں۔ یہی جاہ وجلال سے تشریف لانے والے موسیٰ علیہ السلام جو راستے کی تمام فرعونی دیواریں توڑ کر بزمِ ہستی میں تشریف لائے ہیں۔ کل کلاں کو اسی کی جھوٹی خدائی کی کمر توڑنے کے لئے ہاتھ میں عصا لئے آتے ہیں تو کیا تعجب؟ اور کفر و شرک کی ظلمات میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو روشنی دکھانے کے لئے ید بیضا (روشن ہاتھ) دکھاتے ہیں تو کیسی حیرت۔ جس ہاتھ نے آغاز شباب میں ایک ظالم (قبطی) کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اب اگر صاحبِ یدِ بیضا بن کر کفر شرک کے کثیر التعداد علمبر داروں کو صفحۂ ہستی سے نا پید کرنا چاہتا ہے تو اس کا حق ہے۔

یہی صورتِ حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں بھی وجود ہے۔ ان کے معجزات ما بعد بعثت کو کوئی کافر جادو کہنا چاہتا ہے، تو فرمایئے ان کے خطبہ مہد یعنی پنگھوڑے والی تقریر کو کیا عنوان دے گا اور جادو سے کیونکر تعبیر کر سکے گا۔ آیئے اب اسی بنیاد پر سرورِ کونین خواجہ دارین امام الانبیاء سید المرسلین حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کی سیرت قبل از بعثت کی طرف۔ چالیس سال عمر شریف میں بعثت کا راز کیا ہے؟ یہی کہ نبوت کے اولین مخاطبین آپ کی سیرتِ طیبہ کو خوب دیکھ لیں اور اتنا طویل عرصہ آپ کو قریب سے دیکھ کر آپ کی بے مثال شخصیت کے بارے میں ایک متفقہ اور پختہ رائے قائم کر لیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب بغیر کسی ادنیٰ سے شبہ کے بیک آواز آپ کو الصادق اور الامین کہنے کے عادی ہو گئے تو بعثت بھی ہو گئی۔ یاد رہے کہ الصادق کا مفہوم ان کے نزدیک ایسے سچے ہیں کہ جھوٹ آپ کی زبان پر آ ہی نہیں سکتا اور یونہی آپ ایسے امین ہیں کہ خیانت آپ سے سرزد نہیں ہو سکتی۔

اور یہ تصور کیوں ضروری تھا؟ اس لئے کہ عالم غیب سے دنیا کو متعارف کرانا تھا اور عالم غیب سے دنیا کو متعارف ہونے کا ذریعہ زبان نبوت کے سوا کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے لیے ایسا سچا شخص درکار ہے جس کی زبان پر جھوٹ آ ہی نہ سکے خدانخواستہ اگر اس کی زبان بھی مشکوک ہو گی تو عالم غیب سے متعارف ہونے کا ذریعہ نہیں رہے گا اور ایمان کا دار و مدار غیب ماننے پر ہی ہے۔ (**الذین یو منون با لغیب**۔ یعنی متقین وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ البقرہ) اسی طرح بعثت کے بعد ان کے پاس خدا کی طرف سے وحی آیا کرے گی، اگر کسی معمولی سی چیز میں بھی ان سے خیانت نہیں ہو سکتی تو وحی خداوندی میں معاذ اللہ کسی خیانت کا تصور کیونکر ممکن ہے۔ یوں جانیے بعث سے پہلے کی سیرت نبی کی حقیقت وحقانیت پر سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے اسی لیے قرآن پاک نے اس دور ما قبل بعثت کو دلیل صداقت بناتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح اعلان کرنے کا حکم دیا۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلوم (یونس۔١٦)

ترجمہ: تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (کنزالایمان)

چنانچہ کوہ صفا پر تشریف لے جا کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے اجتماع سے فرمایا۔ بتاؤ! اگر میں تم سے بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کو اس نالے میں جمع ہیں تو میری بات سچ مانو گے؟ (**اکنتم مصدقی**) انہوں نے جواب دیا

نعم ما جربنا علیک الا صدقا۔

ترجمہ ہاں (کیونکہ) ہم نے تمہیں ہمیشہ سچ بولتے ہی دیکھا ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر سورۃ شعر)

اس تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہوگی ہے کہ سیرت قبل از بعثت نبی کا سب سے بڑا معجزہ ہوتی ہے۔ تو جیسا تمہید میں بتایا گیا تھا کہ اس دور کی خداداد مخصوص قوتیں بھی تو سیرت کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ کیا ان سے بھی یہ بات سامنے آتی کہ عام لوگوں کے برعکس ان کی یہ ماورائی طاقتیں بھی یقیناً کسی ماوراء ہستی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ مثلاً شدید دھوپ میں حضور ﷺ کے سر پر بادل کا سائبان رہنا، درختوں کی شاخوں کا جھک جھک کر آپ کو آپ کی نشست گاہ کی طرف آنا بکریوں اور دوسرے جانوروں کا آپ کو قبل از بعثت سجدے کرنا، ٹیلوں اور درختوں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آوازوں کا آنا بحیرہ اور نسطورا جیسے راہبوں کا آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کی تصدیق کرنا اور اپنی تحریف شدہ الہامی کتابوں میں دی گئی علامات سے آپ کو پہچاننا کیا آپ کی حقانیت کے روشن دلائل نہیں۔ ان راہبوں کا گواہی دینا کوئی راز کی بات تو نہیں تھی، آپ باقاعدہ دونوں بار ایک ایک قافلے کے ساتھ تھے۔ کیا اس گواہی کو جادو کہا جاسکتا ہے۔ تیسرے سفر کے ایسے واقعات جب میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان کئے تھے تو کیا یہی ان کی طرف نکاح کی پیشکش کا سبب نہیں بنے تھے اور آخر میں ان کے اولین مومنہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہوئے تھے۔ یہیں سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اگر بظاہر یہ دونوں تجارت ہی کے سفر تھے مگر باطن میں یہ بھی تبلیغ دین کے لئے تھے۔ حکمت یہ تھی کہ شرکائے تجارت خوب جان لیں جس کو وہ محض ایک تاجر کی حیثیت سے اپنا رفیق سفر جانتے ہیں۔ اس کی رسالت کا شہرہ چار دانگ عالم میں گونج رہا ہے اور اس وقت سے گونج رہا ہے جب توریت اور انجیل کے ماہرین کے زیر مطالعہ رہنے والی کتابیں اپنی اصل حالت میں آسمان سے نازل ہوئی تھیں۔

(بلکہ اس سے بھی پہلے سے) یہ تو حضور پرنور ﷺ کے اپنے سفر کا حال ہے۔ آپ کے علاوہ بھی مکہ معظمہ کے لوگ عموماً تجارت کے لئے یا بعض راہِ حق کی تلاش میں دوسرے ممالک کی طرف نکلے تو کتنے ہی باخبر راہبوں نے انہیں یہ بتایا کہ جلد واپس جاؤ، نبی آخر الزمان ﷺ کے ظہور کا یہی دور ہے۔

مختصر یہ کہ بعثت سے پہلے آپ ﷺ نے تو اپنی نبوت و رسالت کا اعلان نہیں فرمایا تھا مگر قدرت باری تعالیٰ خود اس کا مختلف ذرائع سے اعلان پہ اعلان کر رہی ہے۔ کسی کو خواب کے ذریعے، کسی کو کسی راہب کے وسیلے سے، کوئی مخصوص ستارہ دیکھ کر پہچان گیا۔ کوئی مہر نبوت کو دلیل ٹھہرا رہا ہے، کوئی اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ بعثت سے پہلے دلائل کو عام کرکے بعثت کے بعد کسی کو نبوت و رسالت کی تصدیق میں ہچکچاہٹ نہ محسوس ہو۔ چنانچہ یہی حکمت تھی ان ارہاصات میں جو ولادت باسعادت کے موقعے پر دیکھنے والوں نے دیکھے۔ یہ واقعات اپنی نوعیت میں عجیب اور انوکھے تھے۔ کیونکہ ان کے ذریعے ایک ہستی کا تعارف کرانا مقصود تھا جو ساری دنیا میں سب سے عجیب اور انوکھی ہے۔ گویا واقعات کا انوکھا پن یہ اعلان کر رہا تھا کہ

محمد ﷺ عجیب و غریب آگئے ہیں

مگر اس میں حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات کا تعارف ہی نہیں تھا آپ کے مقصدِ بعثت کا تعارف بھی تھا۔ یوں جانیے آپ ﷺ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاشانہ اقدس میں سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں کیا تشریف لائے، قدرت نے رحمت و رافت کے نقاروں کی گونج میں اعلان کر دیا۔

لقد جاء کم رسول بے شک تمہارے پاس تشریف لے آئے رسول۔

گویا حضور انور ﷺ کی تشریف آوری ہی منصب رسالت کے ساتھ تھی (گویا اس کا باقاعدہ اعلان مذکورہ حکمتوں کے تحت چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا) لہٰذا اس موقع پر بھی مختلف طریقوں سے ان تمام اہم عقائد و اعمال کا اعلان کر دیا گیا جو آپ کی تعلیمات نبوت کے زیادہ نمایاں عنوان ہیں۔

مسائل دینیہ

گستاخِ رسول کا شرعی حکم

﴿نباض دوراں حافظ محمد نصر اللہ آسوی صاحب﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: بعض بے دین اور گستاخ رسول درباری مولوی حکومت کی شہ پر کہہ رہے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک گستاخ رسول کی سزا موت نہیں ہے۔اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔(متعدد احباب)

جواب: ایسے ہی زر پرست اور دین فروشوں کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا: نیک اعمال میں جلدی کرو ان فتنوں سے پہلے جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے کہ انسان سویرا پائے گا مومن ہو کر، شام کرے گا کافر ہو کر اور (اگر) شام کرے مومن ہو کر (تو) صبح کرے کافر ہو کر ﴿ يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ وہ لوگ دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دینگے (مسلم 118۔مشکوۃ کتاب الفتن 5383)

امام ابوحنیفہ کا قول یا فقہاء کا قول تلاش کرنے والے جانتے ہی نہیں کہ تقلید کن امور میں کی جاتی ہے؟

شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن وحدیث سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔(۳) وہ احکام جو قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

(۱) عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں (۲) صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں (۳) وہ احکام جو قرآن وحدیث یا اجماع امت سے استنباط واجتہاد کر کے نکالے جائیں، ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے۔ گستاخ رسول کے شرعی حکم میں فقہاء کرام کا حکم دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کوئی اجتہادی مسئلہ نہیں ہے قرآن وحدیث میں اس کا صریح حکم موجود ہے۔ فقہاء کرام قرآن وحدیث کے خلاف کوئی فتوی نہیں دے سکتے۔ آیئے پہلے قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور پھر اقوال فقہاء کرام بھی پیش کیے جائیں گے۔

رب تعالٰی نے فرمایا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔﴾

ترجمہ: جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ (سورۃ الحشر:۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ لعنت کرے گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر اور حسن کے لئے (دانتوں) میں کھڑکیاں کرانے والیوں پر جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والیاں ہیں تو ایک عورت آپ کے پاس آئی، بولی کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں فلاں پر لعنت کی ہے۔ فرمایا: میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو اللہ کی کتاب میں ہے۔ اس نے کہا میں نے قرآن پڑھا ہے جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہیں پایا۔ فرمایا: اگر تم نے اسے پڑھا ہوتا تو اسے پالیتیں کیا تم نے نہ پڑھا ﴿ جو کچھ رسول تمہیں عطا

فرمائیں وہ لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ﴾ وہ بولی ہاں، فرمایا کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔
(بخاری حدیث 4886۔ مسلم 2125۔ مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل 4431)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے استنباط سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی تمام منع کی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں یعنی حضور ﷺ کا منع فرمانا قرآن کا منع فرمانا، حضور ﷺ کا کوئی حکم دینا قرآن کا حکم دینا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے گستاخ کے قتل کا حکم دیا ہے تو یہ قرآن کا حکم ہے۔ اور جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں بے ایمان ہے اور اس کا ماورائے عدالت قتل کرنا جائز ہے اور قاتل کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔

اللہ تعالی نے فرمایا: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (سورہ نساء۔ ٦٥)

بشر منافق نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے اعراض کیا تو فاروق اعظم نے اسے قتل کر کے فرمایا جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ اس کے مارے جانے کے بعد اس کے اولیاء خون کا بدلہ طلب کرنے آئے۔ بے جا معذرتیں کرنے اور باتیں بنانے لگے۔ اللہ تعالی نے اس کے خون کا کوئی بدلہ نہیں دلایا۔ (تفسیر خزائن العرفان) اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول اور رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کا منکر، اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے نزدیک واجب القتل ہے۔ اور اس کو ماورائے عدالت بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ گستاخ رسول کا خون رائیگاں ہے اور عدالت قاتل کو کوئی سزا دینے کی مجاز نہیں۔

رب تعالی نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب آیت: ٥٧)

گستاخ نبی کے قتل کا حکم صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے کہ مسلمان اگر نبی کریم ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہو تو وہ واجب القتل ہوگا اور غیر مسلم کو یہ سزا نہ دی جائے گی، ایسا ہرگز نہیں یہ حکم تمام انسانوں کو محیط ہے کسے باشد۔ یہ ہرگز نہ دیکھا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے یا کافر، ہندو ہے یا سکھ، یہودی ہے یا عیسائی خود آقائے دوجہاں ﷺ اعلان فرماتے ہیں۔ ﴿مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الاشرف فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ﴾ اے میرے غلامو! تم میں سے کون ہے جو کعب بن اشرف یہودی کو قتل کریگا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ (بخاری کتاب الجہاد باب الکذب فی الحرب حدیث 2806)

کعب بن اشرف یہودی مذہب کا ماننے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ حضور ﷺ جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے آپ ﷺ نے اس یہودی کے قتل کا حکم صادر فرما دیا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ ایسے آدمی کے ساتھ یہی رحمت ہے کہ اس کے ناپاک

وجود سے زمین کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا ﴿ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ یا رَسُولَ الله قَالَ نَعَمْ ﴾ یارسول اللہ! کیا میں اسے قتل کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، حضرت محمد بن مسلمہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس خبیث کے گھر گئے اور اسے قتل کر دیا۔

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ ﴿ بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ رَهْطًا اِلَی اَبِی رافع فَدَخَلَ عَلَیْهِ عبدُ اللهِ بنُ عَتِیْكٍ بَیْتَهُ لَیْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهُ ﴾ نبی کریم ﷺ نے ابو رافع کی طرف ایک جماعت بھیجی تو عبداللہ بن عتیک رات کو اس کے گھر میں گھس گئے وہ سو رہا تھا آپ نے اسے قتل کر دیا۔ (بخاری-3734* 4040 کتاب المغازی باب قتل ابی رافع مشکوٰۃ کتاب الفضائل باب المعجزات 5876)

ابو رافع مدینہ منورہ کا بڑا دولتمند یہودی تھا حضور ﷺ کا بدترین دشمن آپ کی شان میں بدترین گستاخیاں کیا کرتا تھا اور حضور ﷺ کے دشمنوں کو پناہ دیا کرتا تھا۔ اس کا ایک مضبوط قلعہ تھا جہاں یہ بالا خانہ پر رہا کرتا تھا اور اپنے قلعہ میں حضور ﷺ اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے جو دس سے کم تھے ان کے امیر حضرت عبداللہ بن عتیک تھے یہ جب ان کو قتل کر کے نیچے اتر رہے تھے تو سیڑھی سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انہوں نے پگڑی سے باندھی اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ ﷺ کو خبر دی فرمایا: پاؤں پھیلاؤ میں نے پاؤں پھیلایا آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ بالکل درست ہو گئی گویا کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ ج8ص156)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ﴿ اَنَّ یَهُوْدِیَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِیَّ ﷺ وَتَقَعُ فِیْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰی مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِیُّ ﷺ دَمَهَا ﴾ ایک یہودی عورت نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور آپ ﷺ کی بدگوئی میں مشغول رہتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مرگئی تو نبی کریم ﷺ نے اس کا خون باطل فرما دیا۔ یعنی قاتل کو بری کر دیا کوئی قصاص نہیں لیا۔ (ابوداود حدیث 4362 مشکوٰۃ کتاب القصاص باب قتل اہل الردۃ 3550)

اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا اہل کتاب اگر وہ گستاخی کا مرتکب ہو جائے تو اسے فوراً ماورائے عدالت بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے جنگ میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے لیکن اگر کوئی عورت گستاخی کرے تو اسے بھی فی النار کر دیا جائے گا۔

گستاخ رسول کو قتل کرنا سنتِ صحابہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ایک لونڈی تھی جو حضور ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی کیا کرتی تھی وہ اسے بے ادبی سے روکتے تھے اور جھڑکتے تھے لیکن وہ باز نہ آتی تھی ایک رات جب وہ حضور ﷺ کی شان میں بکواس کر رہی تھی تو انہوں نے مغول (چھوٹی تلوار) لی اور اسے اس کے پیٹ میں رکھا اور اوپر بیٹھ گئے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا جب لوگ جمع ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا، میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے یہ کام کیا ہے میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے،، چنانچہ نابینا صحابی لوگوں کے درمیان چلتے کانپتے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے جا بیٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں ہی اس کا قاتل ہوں یہ آپ کی شانِ اقدس میں نازیبا الفاظ استعمال کرتی تھی میں اسے روکا کرتا تھا جب اس نے رات کو آپ کی شان میں بے ادبی کی تو میں نے مغول پکڑی اور اسے اس کے پیٹ پر رکھا اور اس کے اوپر بیٹھ گیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَلا اشْهَدُوْا اِنَّ

دَمُهَا هَدَرٌ ﴾ ,,گواہ ہو جاؤ اس کا خون رائیگاں اور باطل ہے (یعنی اس کے خون کا کوئی قصاص نہیں کیونکہ وہ گستاخی کی وجہ سے اپنا خون حلال کر چکی ہے اور اس کا قتل حلال ہے) (ابوداود حدیث ۴۳۶۱ کتاب الحدود باب الحکم فیمن سب النبی ﷺ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی گستاخ رسول کو ماورائے عدالت قتل کر دے تو اسے قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے بری کر دیا جائے گا۔ یہ فیصلہ حضور ﷺ کا ہے اسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا اور جو نبی پاک ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے تو وہ قرآن کی رو سے مومن نہیں ہے اس کا خون بھی مباح ہے اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو گستاخ رسول کا اور توہین رسول کرنے والے کا ہے۔

آپ کا عشق ہے عشق رب العلی، آپ کا ذکر ہے خاص ذکر خدا
خود خدا کا یہ قرآن میں اعلان ہے، جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں
اسم احمد کی تعظیم کے منکر وان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو
بے لقب ان کا نام مبارک کہیں ان کے معبود نے بھی پکارا نہیں

گستاخ رسول کو حدودِ حرم اور خانہ کعبہ کے پردوں میں بھی پناہ نہیں ملتی: حدودِ حرم جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: جو اس میں داخل ہو گیا امن والا ہو گیا۔ (پارہ: ۴، رکوع ۱) بڑے سے بڑا مجرم بھی اگر حدودِ حرم میں داخل ہو جائے تو اسے امان مل جاتی ہے۔ جب تک وہ وہاں رہے۔ لیکن گستاخ رسول ایسا بدذات اور لعنتی ہے کہ اسے روئے زمین پر کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا﴾ یعنی یہ مردود بارگاہ الٰہی و مصطفوی جہاں بھی ملیں گرفتار کر لئے جائیں اور چن چن کر قتل کئے جائیں۔ (سورہ الاحزاب آیت: ۶۱ پارہ ۲۲)

نبی پاک ﷺ نے فتح مکہ کے روز عام معافی کا اعلان کر دیا ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ (سورہ یوسف) فرمایا جو اپنا دروازہ بند کر لے یا ہتھیار ڈال دے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے لے یا حرم میں آ جائے اسے امان ہے۔ مگر چار مرد اور چار عورتوں کے بارے میں اعلان عام تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں ان ملعونوں میں ابن خطل اور اس کی دو لونڈیاں بھی تھیں۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس کی لونڈیاں حضور ﷺ کی ہجو گاتی تھیں اور یہ خود بھی مرتد ہو گیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام نے دیکھا کہ ابن خطل بیت اللہ شریف کے پردوں میں چھپا ہوا ہے نبی پاک ﷺ کو اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ (بخاری کتاب المناسک باب دخول الحرم بغیر احرام حدیث 1846)

یہ سنتے ہی اسے کعبہ کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا گیا۔

اے امت مسلمہ! آج پھر محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عتیک، غازی علم الدین اور عامر عبدالرحمن چیمہ کے کردار کو دہرانے کی ضرورت ہے۔

گستاخ رسول کو زمین بھی قبول نہیں کرتی: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کاتب وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جا ملا اور کہنے لگا میں محمد ﷺ سے زیادہ عالم ہوں میں جو چاہتا تھا لکھ دیا کرتا تھا وہ مر گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الْأَرْضَ لَا تَقْبَلُهُ فَدُفِنَ فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْأَرْضُ﴾ اسے زمین قبول نہیں کرے گی وہ دفن کیا گیا زمین نے اس کو قبول نہ کیا حضرت ابوطلحہ کہتے ہیں کہ جہاں وہ دفن کیا گیا تھا وہاں میں گیا تو میں نے اسے زمین کے اوپر پھینکا ہوا پایا میں نے کہا اس میت کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا اس کو بار ہا دفن کیا گیا مگر زمین نے اسے قبول نہ کیا۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث ۱۱۷۶۹، صحیح ابن حبان حدیث ۷۴۴ جلد۳ ص ۱۹۔ خصائص کبری ج ۲ ص: ۱۳۰ باب معجزتہ فیمن مات ولم تقبلہ الارض۔
بخاری حدیث ۳۶۱۷ کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام مسلم ۲۷۸۱۔ مشکوۃ حدیث ۵۸۹۸ کتاب الفضائل باب المعجزات)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین بھی حضور ﷺ کے دوست دشمن کو پہچانتی ہے اور حضور ﷺ کے حکم کے تابع ہے جیسا حضور ﷺ نے فرمایا بالکل ویسا ہی ہوا لیکن افسوس ہے اُن مسلمانوں پر جو حضور ﷺ کے گستاخوں کو پہچانتے ہوئے بھی ان سے دوستی بلکہ رشتہ داری کرتے ہیں ایسے لوگوں سے تو زمین اچھی ہے جو گستاخوں پر لعنت بھیجتی ہے اور یہ انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے حضور ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں کو سینے سے لگاتے ہیں اور رشتہ ناطہ کرتے ہیں۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

درندے بھی حضور ﷺ کے گستاخ کو پہچانتے ہیں:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابولہب نے شام جانے کا ارادہ کیا اور کہا کہ میں محمد ﷺ کے پاس جا کر انہیں ضرور ایذا دوں گا چنانچہ وہ آیا اور کہا اے محمد میں اس آیت (بِالنَّجْمِ إِذَا هَوَى) کا انکار کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف یہ دعا کی ﴿،، اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ ﴾ اے اللہ اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو اس پر مسلط کر دے،، پھر عتبہ اور اس کا باپ دیگر ساتھیوں کے ساتھ ملک شام گئے راستہ میں ایک جگہ اترے اور ان کی طرف گرجے سے ایک راہب نکلا اور کہا اے گروہ قریش تم اس جگہ کس لئے اترے ہو یہاں پر شیر بکریوں کی طرح نکلتے ہیں ابولہب نے ساتھیوں سے کہا اے گروہ قریش اس رات میری مدد کرو میں اپنے بیٹے پر محمد ﷺ کی دعائے ضرر سے ڈرتا ہوں تم اپنا سامان اس گرجے کی طرف جمع کرو اور اس کے اوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور اپنے بستر اس کے اردگرد بچھاؤ انہوں نے ایسا کیا لیکن جب شیر آیا تو اس نے ایک ایک کا منہ سونگھا کسی کو کچھ نہیں کہا اس کا مطلوب جب اس کو نہ ملا تو اس نے سامان کے اوپر چھلانگ لگائی اور ابولہب کے بیٹے عتبہ کو سونگھا اور قتل کر دیا اور سر تن سے جدا کر دیا تو ابولہب نے کہا کہ میں پہچان گیا تھا کہ یہ محمد ﷺ کی دعائے ضرر سے رہائی نہیں پا سکتا۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ نجم تفسیر قرطبی ج ۱۷: ص ۸۳)

ابن عساکر نے عتبہ بن ابی لہب کے باب میں یہ روایت نقل کی ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول کے منہ سے ایک خاص قسم کی بو آتی ہے جسے درندے بھی پہچانتے ہیں اور گستاخ رسول عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتا۔

اُن کے دشمن پہ لعنت اللہ کی رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

نبی پاک ﷺ نے کلمہ گو گستاخ کو شیطان کا سینگ کہا اور اس کے قتل کا حکم دیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی تھا کہ ہم اس کی عبادت اور اجتہاد کو پسند کرتے تھے۔ ہم نے اس کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نہیں پہچانا۔ ہم نے اس کی صفت بیان کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نہ پہچانا۔ ہم اس کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اسی دوران اچانک وہ سامنے آ گیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ ہے وہ آدمی جس کا ہم ذکر

کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: إِنَّكُمْ لَتُخْبِرُونِي عَنْ رَجُلٍ إِنَّ عَلَى وَجْهِهِ سَفْعَةً مِنَ الشَّيْطَانِ تم مجھے اس شخص کے متعلق بتا رہے ہو جس کے چہرے پر میں سیاہ شیطانی دھبہ دیکھتا ہوں۔ وہ آیا صحابہ کرام کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے سلام نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو ابھی دل میں کہہ رہا تھا کہ قوم میں تجھ سے افضل کوئی انسان نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنا شروع کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَنْ يَقْتُلُ الرَّجُلَ کون ہے جو اس کو قتل کرے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں قتل کروں گا۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو حالتِ قیام میں پایا۔ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازیوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ وہ باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی۔ میں نے اُسے حالتِ نماز میں قتل کرنا پسند نہیں کیا کیونکہ آپ نے نمازیوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس کو قتل کرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں قتل کروں گا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو آپ نے اس کو حالتِ سجدہ میں پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر مجھ سے افضل تھے۔ وہ باہر نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کی: میں نے اسے حالتِ سجدہ میں پایا اور اس کے قتل کو ناپسند کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اسکو قتل کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں قتل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اس کو قتل کر دو گے اگر تم اس کو پالو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو وہ جا چکا تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف واپس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے کیا کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے وہاں پہنچنے تک وہ جا چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَوْ قُتِلَ مَا اخْتَلَفَ فِي أُمَّتِي رَجُلَانِ كَانَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمْ وفی روایۃ هَذَا أَوَّلُ قَرْنٍ مِنَ الشَّيْطَانِ طَلَعَ فِي أُمَّتِي أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ قَتَلْتُمُوهُ مَا اخْتَلَفَ مِنْكُمْ رَجُلَانِ آج اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو میری امت میں دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ میری امت کے جملہ فتنہ پردازوں میں سے یہ پہلا اور آخری شخص ثابت ہوتا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ پہلا شیطان کا سینگ ہے جو میری اُمت میں نکلا۔ اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو تم میں سے دو شخصوں کا بھی آپس میں اختلاف نہ ہوتا۔ (اس حدیث کو ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اپنی کتاب "سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ" میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ مزید دیکھیں: حدیث نمبر ۲۴۹۵۔ اور مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۱۸۶۷۴ جلد ۱۰ ص ۱۵۵۔ خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۷۱ عربی۔ اخرج ابوشیبہ وابویعلیٰ جلد ۱ ص ۹۰ والبزار والبیہقی)

اس حدیث سے بہت سے **فوائد حاصل ہوئے:** ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے حالات سے باخبر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بے ادب کے دل کی بات بتادی اور اس نے اس کا اقرار بھی کیا۔ دوسرا یہ کہ کوئی عبادت تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر قبول نہیں اور جو عبادت عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہو اُس سے چہرہ پرنور نہیں ہوسکتا۔

تیسرا یہ کہ جو اپنے آپ کو نبی کی مثل بتائے یا جو اپنے آپ کو صحابہ سے یا نبی سے افضل سمجھے وہ قرنُ الشیطان ہے۔

چوتھا یہ کہ گستاخِ رسول واجب القتل ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اگر چہ تقدیر الٰہی یہ تھی کہ وہ ابھی قتل نہ ہوتا کہ اس کی ذُریت ظاہر ہوسکے اور اگر وہ قتل ہو جاتا تو گستاخ رسول پیدا نہ ہوتے اور دوزخ خالی رہ جاتی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تلاش کا حکم نہیں دیا۔ صحابہ کرام کو گستاخ رسول کا حکم بتادیا کہ ان کے کلمہ، نماز، روزہ اور عبادت کو نہ دیکھنا ان کے عقیدہ کو دیکھنا جب گستاخ رسول واجب القتل ہے تو اس سے پیار و محبت دوستی رکھنا اور اس کو نماز میں امام بنانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا ان کو سلام کرنا اور ان سے شادی

بیاہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ان کے لاکھ سجدے بھی کام آ نہیں سکتے عظمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلب جس کا خالی ہے۔

مولانا جلال الدین روم فرماتے ہیں:

دور شو از اختلاطِ یارِ بد　　　یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

مارِ بد تنہا ہمیں برجاں زند　　　یارِ بد بر جان و بر ایماں زند

ترجمہ:بدمذہب دوست کے میل جول سے دُور رہ کہ بدمذہب دوست زہریلے سانپ سے بھی زیادہ بُرا ہے۔بُرا سانپ صرف جان پر حملہ کرتا ہے لیکن بدعقیدہ دوست جان وایمان دونوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔(مثنوی شریف)

دشمنِ دینِ نبی راخاردار　بر سرِ منبر منہ بردار دار۔نبی کریم ﷺ کے دین کے دشمن کو کانٹا سمجھو اسے منبر پر جگہ نہ دو بلکہ پھانسی دے دو۔(مثنوی)

بدعقیدہ اور بے ادب سے شادی بیاہ ممنوع ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تَسُبُّوْا اَصْحَابِی فَإِنَّهُ يَجِيءُ قَوْمٌ فِی آخِرِ الزَّمَان يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِی فَلا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ ولا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ ولا تُنَاكِحُوْهُمْ ولا تُجَالِسُوْهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْا فَلا تَعُوْدُوْهُمْ ، وفی روایة ابن ماجة: وَإِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ ،

میرے صحابہ کو گالی نہ دی جائے آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی تم ان کی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا (یعنی انکو امام نہ بنانا) ان سے شادی بیاہ نہ کرنا اور نہ اُن کے ساتھ نشست وبرخاست رکھنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت بھی نہ کرنا۔ابن ماجہ کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اور اگر ملیں تو سلام نہ کرو(کتاب الشفا عربی جلد ۲ ص(۳۰۸) (شرح شفا ملا علی قاری ص:۵۵۵)۔کتاب الکبائر امام ذہبی کبیرہ نمبر ۷۰ ص۲۵۰، الصواعق المحرقہ ص ۴ مطبوعہ مکتبہ القاہرہ مصر۔(غنیۃ الطالبین ص ۲۸۸)(السنۃ للخلال جلد ۲ ص:۴۸۳ حدیث ۷۶۹)ابن ماجہ حدیث:۸۹))

شیخ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں(اوران کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کا مطلب ہے تم ان کی امامت میں نماز نہ پڑھنا کیونکہ یہ بدمذہب ہیں۔

ائمہ کے نزدیک مرتد کا حکم: امام قدوری اپنی مختصر میں اور امام برہان الدین ،،ہدایۃ المبتدی،، میں فرماتے ہیں: اور جب کوئی مسلمان اسلام سے مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) تو (مستحب ہے) کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اسے جو شبہ ہو وہ دور کیا جائے، اور تین روز تک اسے قید میں رکھا جائے، تو اگر مسلمان ہو جائے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔(الہدایہ مع فتح القدیر5-307) فاضل مذاہب اربعہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: چاروں ائمہ اس پر متفق ہیں کہ جس شخص کا اسلام سے مرتد ہونا ثابت ہو جائے اسے قتل کر دینا واجب ہے(اور اگر کوئی مسلمان غیرتِ اسلامی سے اسے از خود قتل کر دے) تو اس کا خون شرعاً معاف ہے۔یعنی قاتل پر قصاص نہیں ہے۔(الفقہ علی المذاہب الاربعہ 5-423)

ائمہ کے نزدیک گستاخِ رسول کا حکم: رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات سے ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو یا آپ کے دین کے ساتھ یا آپ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً ہو یا تعریضاً ہو یا تلویحاً اسی طرح کوئی شخص آپ کو بددعا کرے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا بُرا چاہے آپ ﷺ کے عوارضِ بشریہ یا

آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام یا فعل صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قائل واجب القتل ہے۔

علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں: محمد بن سحنون نے کہا کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہانت کرنے والا اور آپ ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کرنا ہے وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (الشفاء 2-190)

گستاخ رسول کی توبہ بھی مقبول نہیں ہے: علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فقہ حنفی کی معتبر کتاب ,,درمختار،، میں لکھتے ہیں:

﴿كُلُّ مُسْلِمٍ اِرْتَدَّ فَتَوْبَتُهٗ مَقْبُوْلَةٌ اِلَّا الْكَافِرِ بِسَبِّ النَّبِيِّ ﷺ اَوِ الشَّيْخَيْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا﴾

ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے مگر جو نبی کریم ﷺ یا حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو بُرا بھلا کہنے سے کافر ہو اس کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ یعنی توبہ کے باوجود اسے قتل کیا جائے گا (درمختار کتاب الجہاد باب المرتد 6-356)

مزید فرماتے ہیں: جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو گیا اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں ہے (خواہ توبہ کرے یا توبہ پر گواہی ہو) ﴿وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ﴾ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (درمختار 3-400)

علامہ شامی حنفی عدم توبہ کی تشریح کرتے ہیں: کیونکہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ (ردالمحتار ج۳ ص۴۰۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو آدمی حضرات شیخین صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انہیں خلیفہ برحق نہ مانے کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتویٰ کی تصریحات پر مطلقاً کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 14-259)

مشہور آزاد محقق ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ محمد بن سحنون نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اہانت کرنے والا اور آپ ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل کرنا ہے وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے امام احمد اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے امام احمد نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے۔ حنبل کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے سنا وہ فرماتے تھے: جس شخص نے نبی ﷺ کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ (الصارم المسلول ص۳)(شرح مسلم ج2 ص1001)

.....☆☆☆.....

حضور رسولِ اکرم ﷺ کا

طریقۂ دعوت و تبلیغ

حضرت علامہ محمد خالد مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی کا سب سے پہلا فریضہ دعوت و تبلیغ ہے یعنی جو انہیں حقانیت رب العالمین کی طرف سے ملی ہے اسے بندوں تک پہنچانا، پیغام الٰہی جو اس تک پہنچا ہے لوگوں کو سنا دینا، جو مالی، جانی، زبانی، عقلی و روحانی اور اخلاقی طاقتیں بخشی گئی ہیں، ان کو اس راہ میں صرف کرنا اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ اس دعوت میں جو بھی تکلیف پہنچے اس کو راحت جاننا، یعنی درد کو دوا، ہر تکلیف کو راحت، ہر مشکل کو آسان سمجھنا، اس راہ میں جو کانٹے بھی چبھیں ان کو رگِ گل سمجھنا۔ سر دھڑ کی بازی لگانا، جان و مال، اہل و عیال غرض کہ جو چیز بھی سنگِ راہ بنے اس سے صرف نظر کر لینا اور اس کی ان تمام کاوشوں کا مقصد صرف رضاء الٰہی، مخلوق کی خیر خواہی اور اپنے فرض رسالت کی ادائیگی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ جتنے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے انہوں نے اپنے فرض کی ادائیگی کو اسی نہج پر انجام دیا۔ آج دنیا میں جو بھی اسلامی ماحول ہے وہ بالواسطہ یا بلا واسطہ انہیں کی دعوت و تبلیغ کا ثمرہ ہے۔

آقائے کائنات فخر موجودات ﷺ کے ذمے دو طرح کی تبلیغ تھی ایک اہل کفر کو اسلام کی دعوت دینا اور دوسرے اسلام لانے والوں کو مستحکم رکھنے کے لئے ہر ممکن اصلاح۔ ان دونوں قسم کی تبلیغ کو سمجھنے کے بعد یہ بات واضح اور روشن ہو جاتی ہے کہ آقائے دو جہان ﷺ کی پوری زندگی تبلیغ تھی۔ اس پر مزید کلام کرنے سے پہلے تبلیغ کے لوازم جان لینا بہت ضروری ہے۔

تبلیغ کے لوازم: قرآن عظیم میں تبلیغ کے لوازم سے متعلق ارشاد ربانی ہے

"اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔"

کنز الایمان: النحل، پ ۱۴، ۱۲۵)

آیت مبارکہ میں تین لوازم کی تعلیم ہے (۱) عقل و حکمت (۲) بہترین نصیحت (۳) مناظرہ بطریق احسن۔

منطقانہ فلسفہ استدلال ہو یا وعظ و نصیحت یا جدول و مناظرہ مبلغ کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ مخاطب سے منکسر المزاجی و خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے اور اپنا کلام مختصر واضح روشن اور تلخ کلامی سے گریز کرتے ہوئے پیش کرے۔ بغیر اس کے دعوت و تبلیغ کا کام بحسن و خوبی انجام نہیں پا سکتا ہے اس پر مستزاد عوام الناس کے دل میں نفرت و عداوت کے جذبے پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے رب العالمین نے جہاں اپنے پیغمبر کو فرعون جیسے سرکش کے پاس پیغام ربانی سنانے کا حکم فرمایا ہے وہیں نرم گفتاری کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

'تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سر اٹھایا تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

(کنز الایمان: طٰہٰ، پ ۱۶، آیت ۴۳، ۴۴)

دعوت وتبلیغ کی اس سے انوکھی مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ پیغمبر سے بڑھ کر بہتر اور کوئی داعی اور فرعون سے بڑھ کر مجرم ہو، لیکن پھر بھی نرم گفتاری کی تاکید اس بات کی واضح شہادت ہے کہ تبلیغ میں نرم گفتاری اہم رول ہے۔ دوسری جگہ فرمان جاری ہوا

''تم ان سے چشم پوشی کرو اور انہیں سمجھاؤ اور ان کے معاملے میں ان سے نفع رساں بات کہو'' (النساء۵؛ آیت ۶۲)

آیت متذکرہ بالا میں تین طرح کی ہدائتیں کی گئیں ہیں اول مخالفت طعن وتشنیع و بدسلوکی کو ترک کرنا، دوم نصیحت کے ذریعے راہ راست پر لانا، سوم اپنی بات کو موثر انداز میں پیش کرنا تا کہ اس سے بات دلوں میں گھر کر جائے اور مخالف کے لئے جائے مفر نہ رہ جائے۔

بے غرضی و بے لوثی: مبلغ اپنی جہد مسلسل وسعی پیہم کے لئے کسی طرح کی منفعت کا بالکل امیدوار نہ ہو، کیوں کہ خود غرض انسان کے پیچھے کوئی نہیں چلتا۔ بلکہ خالصا لوجہ اللہ اپنا مشن جاری رکھے اور دنیا کی تمام زیبائش وآرائش سے اپنے آپ کو دور رکھے یہی وجہ ہے کہ ہر پیغمبر نے اس کا بر ملا اعلان کیا۔

قرآن کا ارشاد ہے۔

''میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر اور مجھے حکم ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں'' (کنز الایمان: یونس پ۱۱، آیت ۷۲)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

''میری مزدوری تو اسی کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا تو کیا تمہیں عقل نہیں'' (کنز الایمان: ہود پ۱۲، آیت ۵۱)

تیسری جگہ ارشاد ہے

''اور میں تم سے کچھ اس پر اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے'' (کنز الایمان: شعراء پ۲۶، آیت ۱۰۹)

چوتھی جگہ ارشاد ہے:

''تم فرماؤ میں اس قرآن پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں سے نہیں، وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کے لئے۔ (کنز الایمان ص پ۲۳، آیت ۸۶)

تیسیر وتبشیر: انبیاء کی دعوت وتبلیغ میں تیسیر وتبشیر بھی ہوتے ہیں۔ تبشیر یعنی بشارت دینا خوش خبری سنانا اور تیسیر یعنی آسانی۔ سورہ احزاب میں ہے۔

''اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب'' (کنز الایمان احزاب ۴۵، ۴۶)

دوسری جگہ فرماتا ہے:

''رسول خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے کہ رسولوں کے بعد اللہ کے ہاں لوگوں کو کوئی عذر نہ رہے'' (کنز الایمان نساء پ۵، آیت ۲۳)

اسی طرح پروردگار عالم کی ہدایتوں کی تعمیل میں جب رسول اکرم ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری کو یمن میں دعوت وتبلیغ کے لئے منتخب فرمایا تو روانگی کے وقت یہ نصیحت فرمائی ''**ولا تعسر و بشر ا ولا تنفسرا** (بخاری شریف، جلد۲ ص۶۲۲) یعنی دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرنا سخت بنا کر نہیں، لوگوں کو خوش خبری سنانا نفرت نہ ڈالنا۔

یہ تبلیغ کے وہ بنیادی اصول ہیں جس کے بغیر تبلیغ نامکمل رہ جاتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر کا کام ''تذکیر وتنذیر'' بھی ہے۔ ''وکیل'' یعنی نگہبان نہیں جو زبردستی کسی راہ میں کھینچ کرلے جائے، پھر اس سے نکلنے نہ دے۔ سورہ یونس میں ہے ''اور کچھ میں کروڑا نہیں'' کنز الایمان: یونس آیت ۶، ۷)

دوسری جگہ پیغمبر اسلام کو مخاطب کر کے یہ مطلب یوں ادا کیا ''اور تم کچھ ان پر کروڑا نہیں'' (کنز الایمان: غاشیہ آیت ۲۲) پھر فرمایا ''تو

بہر حال تم پر تو پہنچانا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ (پر) ہے" (کنزالایمان: رعد آیت ۴۰)

تدریج: یہ بھی تبلیغ کا ایک لازمہ ہے کہ جب کسی کے سامنے دعوت دین پیش کیا جائے تو یکبارگی بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ بتدریج۔ ارشاد ہوا

"اور تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ دینوی نفع بھی اور ان کا گناہ نفع سے بڑا ہے" (کنزالایمان بقرہ پ۲، آیت ۲۱۹)

اس آیت کریمہ سے شراب کی حرمت بتانا مقصود نہیں بلکہ ان کی خامیوں کو بتانا مقصود ہے۔ شراب تو ۳ھ میں غزوۂ احزاب کے بعد حرام ہوئی لیکن جب اس سے کلی طور پر بچانا مقصود ہوا تو ارشاد فرمایا

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ فلاح پاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے کیا تم باز آئے"

(کنزالایمان مائدہ پ۷، آیت ۹۱)

رسول کائنات ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کو یہی تعلیم دی ہیں کہ احکام شریعت رفتہ رفتہ قوم کے سامنے پیش کئے جائیں۔ پہلے توحید و رسالت کا اقرار کرایا جائے پھر عبادات، عبادات میں بھی جو اہم ہوں مثلاً نماز، زکوٰۃ بعدۂ دوسرے احکام۔ حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت آپ نے فرمایا "تم یہودیوں اور عیسائیوں کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے، تو ان کو پہلے اس کی دعوت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ خدا نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے، یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے دیا جائے، جب وہ تسلیم کر لیں تو دیکھو صدقہ میں چن چن کر ان کے بڑھیا مال کو نہ لینا اور ہاں مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں" (بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۶۳)

دعوت اسلام کا آغاز: رسول اکرم ﷺ نے جب فرض نبوت ادا کرنا چاہا تو سخت مشکلیں درپیش تھیں، آپ ﷺ کا فرض صرف اس قدر نہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ پر اکتفا کریں اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکل جائیں بلکہ پورے عالم کو نور اسلام سے منور کرنا تھا، اس لئے تدبیر سے کام لینا پڑا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ یہ پر خطر راز کس کے سامنے پیش کیا جائے فرمان ربی ہوا

"اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ"

(کنزالایمان: شعراء پ۱۹، آیت ۲۱۴)

اس لئے آپ ﷺ نے سب سے پہلے جن کے سامنے اسلام پیش فرمایا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جو حلقہ بگوش اسلام بھی ہوئے۔

ارباب روایت کا بیان ہے کہ کبار صحابہ میں سے حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن وقاص، حضرت طلحہ انہی کی ترغیب و ہدایت سے اسلام لائے۔ ان کی وجہ سے اسلام کی شہرت شدہ شدہ رفتہ رفتہ اور بھی پھیلتی گئی اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان سابقین اولین میں حضرت عمار، خباب بن الارث، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ، حضرت ارقم، حضرت سعید بن زید، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبیدہ اور حضرت صہیب رومی زیادہ ممتاز ہیں۔ لیکن ابھی تک جو کچھ ہوا نہایت رازداری کے ساتھ ہوا کہ محرمان خاص کے سوا کسی کو بھنک بھی نہ لگے۔ نماز پہاڑ کی چوٹیوں پر چھپ چھپ کر پڑھتے۔ ابن امیر کا بیان ہے کہ چاشت کی نماز آپ حرم ہی میں ادا فرماتے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے مذہب میں بھی جائز تھی۔ (ابن اثیر جلد ۲ ص ۲۱)

ایک دفعہ آپ ﷺ حضرت علی کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے اتفاق سے آپ کے چچا ابو طالب آنکلے ان کو اس جدید طریقۂ عبادت پر بڑا تعجب ہوا، نماز کے بعد آپ نے پوچھا کون سا دین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے دادا ابراہیم کا یہی دین تھا۔ اس پر ابو طالب نے کہا میں اس کو اختیار تو نہیں کر سکتا لیکن تمہیں اس کی اجازت ہے اور کوئی شخص تمہارا مزاحم نہیں ہو سکے گا۔

مسلسل تین سال تک بالکل اسی طرح خفیہ طور پر فرض تبلیغ ادا کیا۔ اب آفتاب رسالت بلند ہو چکا تھا صاف حکم آیا "تم علانیہ کہہ دو جس بات کا تم کو حکم ہے" کنز ایمان: حجر پ۱۴، آیت ۹۴)

رسول اکرم ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا، "یا معشر القریش! لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا؟ سب نے کہا ہاں! کیوں کہ آپ کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا "تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر دردناک عذاب نازل ہوگا۔" یہ سن کر سب لوگ جن میں ابولہب آپ ﷺ کا چچا بھی شامل تھا، سخت برہم ہو کر واپس چلا گیا۔ (بخاری جلد۲، ص۷۰۲)

چند روز بعد آپ نے حضرت علی سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو، تمام خاندان عبد المطلب کو مدعو کیا گیا۔ حمزہ، ابو طالب۔ عباس سب شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ 'میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کی کفیل ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا"۔ تمام محفل میں سناٹا تھا، دفعتاً حضرت علی نے اٹھ کر کہا "مجھ کو آشوب چشم ہے، میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نو عمر ہوں، تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا" (تاریخ طبری جلد۳، ص۱۰۷۱)

اب مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت تیار ہو گئی تھی۔ جن کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی۔ آپ ﷺ نے حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ کفار کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی۔ اس لئے دفعۃً ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور ہر طرف سے لوگ آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ نبی اکرم ﷺ ربیب حارث بن ابی حالہ کے گھر میں تھے ان کو خبر ہوئی، رسول اللہ ﷺ کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں برس پڑیں اور وہ شہید ہو گئے۔ اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے زمین رنگین ہوئی۔ (اصابہ فی احوال الصحابہ ذکر حارث بن ابی حالہ)

دعوت وتبلیغ کا اعلان: غرض کہ نبی اکرم ﷺ نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو قریش کے چند معززوں نے ابو طالب سے آکر شکایت کی۔ ابو طالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔ لیکن چونکہ بنائے نزاع قائم تھی یعنی نبی ﷺ ادائے فرض سے باز نہ آسکتے تھے۔ اس لئے یہ سفارش دوبارہ ابو طالب کے پاس آئی اس میں تمام روسائے قریش یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابو سفیان، ہشام، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ شریک تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے، ہمارے اباء و اجداد کو گمراہ کہتا ہے، ہم کو احمق ٹھہراتا ہے، اس لئے تم بیچ سے ہٹ جاؤ یا تم بھی میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ کر دیں۔ ابو طالب نے دیکھا کہ اب حالت نازک ہو گئی ہے۔ قریش اب تحمل نہیں کر سکتے اور میں تنہا قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ سے مختصر لفظوں میں کہا "جانِ عم! میرے اوپر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں" رسول اللہ ﷺ کی ظاہری پشت پناہ جو کچھ بھی تھے ابو طالب تھے، نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ اب ان کے پاس ثبات میں لغزش میں ہے آپ ﷺ نے آب دیدہ ہو کر فرمایا کہ "خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لا کر دے دیں، تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ خدا اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا" آپ کی پر اثر آواز نے ابو طالب کو سخت متاثر کیا۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا جا! کوئی تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ (سیرت ابن ہشام ص۸۹)

آقائے دو جہان ﷺ بدستور اپنی دعوت میں مصروف رہے۔ قریش اگرچہ نبی کریم ﷺ کے قتل کا ارادہ نہ کر سکتے تھے لیکن طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ راہ میں کانٹے بچھا رہے تھے۔ حالت نماز میں جسم اطہر پر نجاست ڈالتے تھے، طعن وتشنیع کرتے تھے، نماز میں گردن میں چادر

ڈال کر کھنچتے تھے۔ المختصر! مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آپ تبلیغ فرماتے رہے۔ قریش کو نہایت تعجب ہوا کہ ہو نہ ہو یہ شخص دولت و اقتدار کا خواہشمند ہے اس بنا پر عتبہ بن ربیعہ قریش کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کیا چاہتے ہو؟ مکہ کی ریاست، حسین دوشیزاؤں سے شادی، دولت کا ذخیرہ۔ ہم تمہارے قدموں میں لا دیتے ہیں۔ پورا مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا بشرطیکہ آپ ان باتوں سے باز آ جاؤ" آپ ﷺ نے ان کی بہکی باتوں کا جواب قرآن کی ان آیتوں سے دیا

"تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو، تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہی سارے جہان کا رب ہے۔" (کنز الایمان حم السجدہ پ۲۴، آیت ۵)

قبائل میں تبلیغ: اب نبی دو جہاں ﷺ قبائل میں بھی تبلیغ فرمانے لگے۔ جب حج کا زمانہ آتا اور عرب کے قبائل ہر طرف سے آ کر مکہ کے پاس خیمہ زن ہو جاتے تو آپ ان کے پاس جا کر تبلیغ فرماتے۔ عرب کے مختلف مقامات پر میلے لگتے تھے جن میں دور دور کے قبائل آتے تھے۔ آپ ﷺ ان قبائل میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے۔ ان میلوں میں عکاظ جو عرب کا قومی اور علمی دنگل تھا اور مجنہ ذوالمجاز کا ارباب سیر نے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ قبائل عرب میں سے بنو عامر، محارب، خزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، علس، بنو اخر، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ مشہور قبائل ہیں (طبقات ابن سعد) ان سب قبائل میں حضور ﷺ بذات خود تشریف لے جاتے اور تبلیغ فرماتے۔ لیکن ابولہب ہر جگہ ساتھ ساتھ جاتا اور کہتا کہ "دین سے پھر گیا اور جھوٹ کہتا ہے" (مستدرک حاکم ا ص ۱۵۰)

معرکہ جنگ میں تبلیغ: دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں "معرکہ آرائی" اسلام پر ایک سوالیہ نشان ہے۔ لیکن یہ لڑائیاں ظاہر ہے کہ مقصود بالذات نہ تھیں، بلکہ اتفاقاً پیش آ گئیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے عرب کے سامنے اسلام پیش کیا اور رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا، انہوں نے نہ صرف یہ کہ ان کا رد کیا بلکہ بزور شمشیر مٹانے کی ٹھان لی۔ آپ ﷺ نے اس سیلاب کو پہاڑ بن کر روکا، جس کی وجہ سے خونریز لڑائیوں کا سلسلہ چل پڑا مگر اس میں بھی نبی کریم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کا اسلوب باقی رکھا۔ کسی فوج کو بھیجتے وقت ان کے امیر کو ہدایت فرماتے "جب تو مشرکوں میں سے کسی دشمن قوم کے مقابل ہو تو اس کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دے۔ ان میں سے جو بات بھی وہ مان لے اور اس کو قبول کرے تو اس پر حملہ کرنے سے رک جا، اس کو اسلام کی دعوت دے، اس کے بعد اس سے خواہش کر کہ وہ مسلمان کے ملک میں آ جاوے تو اس کا وہی حق ہوگا جو مسلمان کا ہے، اگر وہ نہ مانے تو اس کی حالت بدو مسلمان کی سے ہوگی، قانون اس پر مسلمان کا سا جاری ہوگا، لیکن غنیمت میں اس کا حصہ نہ ہوگا، جب تک وہ جہاد میں شرکت نہ کرے۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو جزیہ دے کر ذمی بننے کو کہہ، اگر وہ اس بات کو مان لے تو اس سے بھی رک جاؤ، اگر وہ اس کو بھی نہ مانے تو پھر خدا کی مدد مانگ اور لڑائی شروع کر دے (مسلم، کتاب الجہاد والسیر)

"خدا کی راہ میں خدا ہی کا نام لے کر لڑنا، خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، دشمن کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹنا، بچوں کو قتل نہ کرنا (مسلم)

"پابند ہو کر میدان جنگ میں جاؤ بوڑھوں، بچوں اور لڑکوں اور عورتوں کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا، مال غنیمت کو متفقہ طور پر جمع کرنا، اصلاح اور احسان کرنا۔ خدا احسان کرنے والوں کو ہی دوست رکھتا ہے" (ابوداؤد کتاب الجہاد)

مذکورہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ کی اجازت کے باوجود بھی کتنی پابندیاں لشکروں پر عائد کی گئی ہیں اور اس پر صحابہ کرام نے عمل کر کے بھی دکھایا۔ اس اطاعت کا مقصد جاہ و اقتدار قائم کرنا نہیں بلکہ اس شر و فساد کو مٹانا تھا جو فوجوں کے ذریعے عموماً خدا کی زمین پر پھیلتا ہے۔ لیکن آج الزام دوسرا لگایا جا رہا ہے کہ اسلام نے تلوار کی نوک پر کلمہ پڑھنے پر مجبور کیا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

دائرہ اسلام کی توسیع: رسول اللہ ﷺ کا اصل وظیفہ تبلیغ اسلام ہی تھا۔اس وظیفے کی تکمیل کے لئے داعیوں کا انتظام فرمایا جس کی وجہ سے لوگ کشاں کشاں حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے۔اسی طرح عرب اکناف عرب میں اسلام پھیلتا گیا۔اس کا سرسری اندازہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ جنگ بدر میں مہاجرین وانصار کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔احد میں یہ تعداد سات سو تک پہنچ گئی۔خندق میں تین ہزار،حدیبیہ کے موقع پر صرف عمرہ ادا کرنا منظور تھا،صحابہ کرام کی تعداد پندرہ سو تھی۔عمرۃ القضا کے وقت دو ہزار،فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار،تبوک میں تیس ہزار۔یہ وہ تبلیغ تھی جس سے متاثر ہوکر لوگ حضور پرنور ﷺ کے اخلاق کے اسیر ہوتے گئے اور اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتے گئے اور جن کو حضور ﷺ سے ذاتی دشمنی تھی ان پر بھی آپ کی سیرت کا ایسا تیر چلا کہ کفر تڑپ تڑپ کر دم توڑ گیا۔

شاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام: ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے حکم ہوا کہ والیان ملک کو اسلام کی دعوت دیں۔ارشاد ہے

"تم فرماؤ! اے کتابیو! ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا"۔ (کنزالایمان العمران، پ۳، آیت ۶۳)

اس حکم ربانی کی تعمیل کے لئے ہجرت کے ساتویں سال ماہ محرم میں مندرجہ ذیل فرمانروائے تخت وتاج کے پاس نبی کریم ﷺ اپنے گرامی نامے ارسال فرمائے۔جن میں انہیں اسلام کی قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔یہ گرامی نامے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سلاطین کے پاس لے کر گئے۔

(۱) عمر بن امیر الضمیر ی کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گرامی نامہ دے کر بھیجا۔
(۲) دحیہ بن خلیفہ الکلبی کو ہرقل قیصر روم کے پاس گرامی نامہ دے کر روانہ فرمایا۔
(۳) عبداللہ بن حذافہ السہمی کو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کسریٰ ایران کی طرف گرامی نامہ بھیجا۔
(۴) حاطب بن ابی بلتعہ کو اسکندریہ بھیجا تاکہ مقوقس شاہ مصر کو گرامی نامہ پہنچائے۔
(۵) سلیط بن عمرو العامری کو ہوزہ بن علی الحنفی کی طرف دعوت نامہ دے کر بھیجا۔
(۶) شجاع بن وہب کو نصاریٰ عرب کے سردار حارث بن ابی شمرہ الغسانی کی طرف روانہ کیا۔

یہ مکاتیب سیرت اور حدیث کی جملہ امہات الکتب میں موجود ہیں ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کو نبی امی ﷺ کے اسلوب تحریر اور انداز دعوت سے آگاہی ہوتی کہ دنیا کے بڑے شہنشاہوں کو کس سادگی کے ساتھ تکلفات سے بالاتر ہوکر حضور ﷺ نے پیغام رشد وہدایت دیا اور یہ کتنی دلنشیں اور اثر انگیز ثابت ہوئی کہ ان میں سے اکثر کے قلوب واذہان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔(ضیاء النبی: جلد۴،ص ۱۸۰)

ان میں جو فرمانروا ایمان نہ لائے ان میں ہوزہ بن علی حاکم یمامہ، جریج بن مسی شاہ مصر ملقب بہ مقوقس، خسرو پرویز شاہ ایران اور پرویز شاہ قسطنطنیہ ہرقل وغیرہ تھے۔یہ سب مختصر عرصہ میں تباہ وبرباد ہوگئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تبلیغی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ پوری زندگی خصوصاً مکی زندگی میں حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کو سخت اذیتیں دی گئیں،راستے میں کانٹے بچھائے گئے،گردن مبارک میں پھندا ڈالا گیا،سوشل بائیکاٹ کیا گیا،گستاخی وبدزبانی کی گئی،تالیوں اور گالیوں سے استقبال کیا گیا،قتل کی سازش کی گئی،لڑائی کرنے پر مجبور رکھا تھا،گھر سے بے گھر کیا تھا،الغرض ان ظالموں نے ہر حربہ استعمال کیا۔لیکن ثبات قدمی،خیر خواہی،نرم گفتاری،بے غرضی وبے لوثی،رضائے خداوندی میں کبھی فرق نہ آیا۔یہی وہ تبلیغی کردار کے وہ اعلیٰ نمونے ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کو دنیا کا سب سے عظیم اور کامیاب مبلغ بنادیا۔

تحدیث نعمت کا مفہوم

علامہ حافظ محمد رمضان اویسی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو لاتعداد نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن کو احاطہ شمار میں لانا ناممکن ومحال ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا (النحل ۔۱۸۔ ابراہیم:۳۴)

ترجمہ: اگر اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

اگر نعمتِ الٰہیہ کا شکر بجالایا جائے تو وہ اپنے انعام واکرام میں اضافہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لئن شکرتم لا زیدنکم (ابراہیم۔۷)

ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

اگر ناشکری کی جائے تو وہ اپنی نعمتوں کو سلب فرمالے گا اور اس قوم کو سخت عذاب دے گا۔

ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (ابراہیم:۷)

ترجمہ: اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

نعمت پر شکر کرنے کا طریق اور مقربین بارگاہ الٰہی کے اقوال:۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

من شکر النعمۃ افشاؤھا نعمت کا شکر یہ ہے کہ اسے عام کیا جائے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اکثروا ذکر ھذا النعمۃ فان ذکرھا شکر

اس نعمت کا خوب ذکر کرو بیشک اس کا ذکر کرنا شکر ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ **ان ذکر النعمۃ شکر**، بے شک نعمت کا تذکرہ کرنا شکر ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

من شکر النعمۃ ان یحدث بھا

یعنی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کا خوب چرچا کیا جائے۔

حضرت جریری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

ان تعداد النعم من الشکر

یعنی نعمتوں کو شمار کرنا شکر ہے۔(الدار المنثور ۶/۶۱۳)

حضرت ابن نضرۃ فرماتے ہیں

کان المسلمون یرون ان من شکر النعمۃ ان یحدث بھا.

ترجمہ: مسلمان نعمت کا شکر اس کا خوب چرچا کرنے میں سمجھتے ہیں۔

(الدرالمنثور جلد ۶ ص ۶۱۲۔ ابن کثیر جلد ۴ ص ۶۷۶)

حضرت ابن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ ایک رات فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ صبح تک بیٹھے نعمتوں کا تذکرہ کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ نعمت نازل فرمائی، یہ نعمت نازل فرمائی۔

حضرت ابوالاسود الدؤلی اور زادان الکندی کہتے ہیں ہم نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا

"**حدثنا عن اصحابک**" ترجمہ: اپنے ساتھیوں کے بارے میں ہمیں خبر دیں۔ "**فذکر مناقبھم**" تو آپ نے ان کے فضائل بیان فرمائے۔

ہم نے عرض کیا "**حدثنا عن نفسک**" یعنی آپ اپنے بارے میں بیان فرمائیں۔

آپ نے فرمایا "**مھلاً نھی اللہ عن التزکیہ**" چھوڑیں اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے اپنی خوبی بیان کرنے سے۔ ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے "**واما بنعمۃ ربک فحدث**"

آپ نے فرمایا "میں اپنے رب کی نعمت کو بیان کرتا ہوں۔ **کنت و اللہ اذا سالت اعطیت و اذا سکت ابتدئت.** (اللہ تعالیٰ کی قسم جب میں نے مانگا مجھے عطا کر دیا گیا اور جب میں خاموش ہوا تب بھی مجھے عطا کر دیا گیا۔(الدرمنثور جلد ۶ ص ۶۱۳)

حضرت ابوفراس عبداللہ بن غالب جب صبح کرتے تو کہتے۔

"**لقد رزقنی اللہ البارحۃ کذا. قرأت کذا، وصلیت کذا، وذکرت اللہ کذا وفعلت کذا**"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے گذشتہ شب یہ عطا کیا، میں نے اتنی تلاوتِ قرآن کی، میں نے اتنے نفل ادا کیے، میں نے اس قدر اللہ کے نام کی تسبیح کی اور میں نے یہ یہ کام کیا۔

جنکے سامنے یہ بیان کرتے وہ کہتے اے ابوفراس تیری طرح کوئی بھی نہیں کہتا تو وہ فرماتے

"**یقول اللہ تعالیٰ ' واما بنعمۃ ربک فحدث' وتقولون لا تحدث بنعمۃ اللہ**"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو، اور تم کہتے ہو کہ تو اللہ کی نعمت کا چرچا نہ کر (تفسیر قرطبی جلد ۲۰ ص ۱۰۲)

حضرت مقسم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملا تو میں نے عرض کیا' اے امام حسن !اللہ تعالیٰ کے ارشاد 'واما بنعمة ربک فحدث' کے بارے میں ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا

الرجل المومن یعمل عملاً صالحاً فیخبر به اهل بیته لیقتدوا به

ترجمہ: بندہ مومن جو نیک عمل کرے اس کی خبر اپنے گھر والوں کو دے کہ وہ اس کی اقتداء کریں۔

(الدر المنثور جلد ۶ ص ۶۱۲۔ روح المعانی ۳۰ ص ۱۶۴۔ تفسیر کبیر جلد ۱۶ ص ۲۲۱)

دوسرے مقام پر یوں ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ" واما بنعمة ربک فحدث' کے بارے میں فرماتے ہیں

" اذا اصبت خیر فحدث اخوانک ما عملت من خیر "

ترجمہ: جب تو بھلائی پائے تو اپنے بھائیوں سے ذکر کر جو تونے اچھا عمل کیا ہے۔

(الدر منثور ۶ ص ۶۱۲۔ روح المعانی ۳۰ ص ۱۶۴۔ ابن کثیر ۴ ص ۶۷۷۔ قرطبی ۲۰ ص ۱۰۲)

حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں

" اذا لقی الرجل من اخوانه من یثق به یقول له رزق الله من الصلوة البارحة کذا و کذا

" جب آدمی اپنے معتمد علیہ بھائی سے ملاقات کرے تو کہے اس سے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے گذشتہ رات اس قدر نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ (قرطبی ۲۰ ص ۱۰۲)

حضرت ابن عطیہ "واما بنعمة ربک فحدث" کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

" حدث به نفسک ای لا تنس فضله علیک قدیما و حدیثا"

ترجمہ: تو بیان کر یعنی اس کے فضل کو نہ بھول جو اس نے تجھ پر کیا وہ قدیم ہو یا جدید۔

(روح المعانی ۱۰ ص ۴۵۹)

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

فان تحدیث العبد و اخباره بنعمة الله شکر باللسان و تذکیر للغیر

ترجمہ: بندے کا تحدیث نعمت اور اس کی خبر دینا اللہ کی نعمت کا شکر ہے زبان سے اور غیر کو نصیحت

(روح البیان ۱۰ ص ۴۵۹)

﴿......جاری ہے﴾

اپیل

شمس العرفاؑ، بدرالاولیاؑ، حضور مفکّرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی صاحب قدّس سرہ العزیز اس دور کی ایک بے مثال شخصیّت تھے۔آپ کی سوانحِ حیات ''سیرتِ حضور مفکّرِ اسلام'' کے نام سے قلمبند کی جارہی ہے۔حضور مفکّرِ اسلام قدس سرہ کے تمام متوسّلین ومحبّین سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ آپ سے متعلّقہ واقعات ومشاہدات نیز کرامات سے جس قدر آگاہ ہوں، نیچے دیئے گئے پتہ پر تحریری صورت میں ارسال فرمائیں۔ہم آپ کے نہایت مشکور وممنون ہوں گے۔

منجانب

صاحبزادہ محمّد عطاءالحق نقشبندی حسینی آسوی

(زیبِ سجّادہ آستانہ عالیہ حضور مفکّرِ اسلام۔نقشِ لاثانی نگر شکرگڑھ)

﴿واقعات وکرامات بھیجنے کا پتہ﴾

حاجی غلام محمّد۔ابوبکر پورہ۔آفیسر کالونی۔نزد غزالی فلاور اسکول۔نارووال

Monthly **AL-HAQIQA** February 2011
Reg.No. C.P.L.169